



ماہنامہ

اعلیٰ حضرت

بریل شریف

November
2013

ذوالحجہ
۱۴۳۲ھ

مدیر اعلیٰ

مولانا الحاج محمد سبحان رضا خان

فہرست

۱	کلام الامام امام الکلام	۱	حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی
۲	فسادی کون؟ (اداریہ)	۳	حضرت مولانا قاری عبدالرحمن خان قادری بریلوی
۳	باب التفسیر	۷	ابرار الحق رحمانی مدھوبنی
۴	باب الحدیث	۸	حضرت مولانا الحاج سبحان رضا خاں سبحانی میان
۵	فتاویٰ منظر اسلام	۹	حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری
۶	منظر نگر کی خونی داستان کے پیچھے کونسی سازش؟	۱۲	ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی ایم۔ اے پی ایچ ڈی
۷	اعلیٰ حضرت کے فرزند نسبی۔ علامہ حسن رضا کا تعارف	۱۵	مولانا نسیم احمد صدیقی، نوری پاکستان
۸	رمضان کے بعد نیکیوں کی بہاریں رخصت کیوں ہوگئی؟	۲۱	مولانا صادق رضا، نزیل حال ممبئی
۹	فتنہ قادیانیت	۲۳	علامہ محمد انوار الحق مصطفوی
۱۰	قربانی کے فضائل و مسائل	۲۷	مولانا نعیم الدین
۱۱	حضرت شاہدانہ ولی کی حیات و خدمات	۳۱	محمد حسن قادری
۱۲	امام اعظم اور فن حدیث	۳۳	محمد سخاوت علی
۱۳	دہشت گردانہ حملے	۳۸	(مفتی) محمد سلیم بریلوی
۱۴	امام احمد رضا اور گستاخان خدا اور رسول۔ ایک جائزہ	۴۱	محمد مصطفیٰ رضا بنارس
۱۵	سورۃ فاتحہ کے فضائل	۴۴	مولانا تحسین رضا
۱۶	علاقہ تھار کی عظیم شخصیت	۴۵	محمد شمیم احمد نوری
۱۷	فاضل بریلوی کے ایک گمشدہ خلیفہ	۴۷	مولانا رفیق احمد کولاری
۱۸	حضرت مجاہد ملت کا ایک جاٹا رشا گرد	۵۱	محمد شمیم اشرف ازہری جیبی، ماریشس
۱۹	فسادات کے پس منظر میں	۵۳	توفیق احسن برکاتی، ممبئی
۲۰	منقبت در شان اعلیٰ حضرت	۵۶	محمد اختر رضا قادری بہیڑوی
۲۱	تجلیات	۵۷	ادارہ
۲۲	مراسلات	۵۸	ادارہ
۲۳	ہماری ڈاک	۶۰	ادارہ

فسادی کون؟

اداریہ از: حضرت مولانا قاری عبدالرحمن خان قادری بریلوی

غریب مسلمانوں کے خونِ ناحق سے خوشیوں کی ہولی کھیل رہا ہے؟ کون شراہیں پی پی کر مسلمانوں کی لاشوں اور گھروں میں آگ لگا رہا ہے؟ کون زندہ بچوں اور بے قصور عورتوں کو تلواروں سے کاٹ کاٹ کر اور ترشولوں سے گھونپ گھونپ کر نہایت بے دردی سے ہلاک کر رہا ہے اور خوشی میں شیطانی رقص کر رہا ہے تو اس کا جواب ہے۔

دہشت گرد ہندو۔

بھلا ان بزدل ہندوؤں کی یہ جرأت کہ کھلے عام تلواریں، ترشول، بھالے، پلم اور اسلحے لئے پھریں اور راستوں میں، جنگلوں میں، مسجدوں میں، دوکانوں پر اور بازاروں میں جہاں مسلمان نظر آئیں انہیں اچانک مار مار کر ہلاک کر دیں۔ گھروں میں گھس کر عفت مآب خواتین سے زنا بالجبر کریں، مکان لوٹیں اور زندہ عورتوں بچوں کو مقفل کر کے جلا دیں۔ یہ ہمت آخر کس بنیاد پر؟ ہمارے ملک کی انتظامیہ کی بنیاد پر حفاظتی دستوں، پولیس اور پی اے سی کی حوصلہ افزائیوں کی بنیاد پر! افسوس! پہلے تو نہتے بے بس، بے سہارا اور غریب و مظلوم مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنایا جاتا ہے لوٹ کر گھر جلائے جاتے ہیں۔ زندہ جانوروں کو نذر آتش کیا جاتا ہے۔ بعد میں پولس آتی ہے اور رہی سہی کسر وہ نکال دیتی ہے۔ مسلمانوں کو ڈرانا، دھمکانا۔ دہشت زدہ کرنا، بندوق کی نوک پر رکھنا، فحش فحش گالیاں دینا، ذلت آمیز الفاظ بکنا، جوتوں کی ٹھوکر سے مارنا، پولس کا حسین مشغلہ بلکہ فرض منصبی ہے۔ اگر خدا نخواستہ کریفولگ جائے تو وہ اور بڑی آفت۔ مسلمانوں کیلئے کریفو ہے ہندوؤں کیلئے آزادی بلکہ ذریعہ عیاشی۔ پی، اے، سی آئی مسلمانوں کے گھروں میں فساد کی آگ نے سب کچھ جلا کر تباہ پہلے ہی کر دیا تھا۔ فساد یوں نے قتل عام بھی کیا، مال بھی لوٹا، اور آگ بھی لگائی۔ کچھ گھر بچے تو کریفو کے دوران پولیس اور پی اے سی نے وہ درندگی دکھائی اور ایسے شیطانی کام کئے کہ شیطان بھی شرمندہ و حیرت زدہ۔

سب کچھ ہو جانے، خون کی ندیاں بہ جانے، عزتیں لٹ

عرصہ حیات کس پر تنگ ہے؟ کس کی جان و املاک کو تباہ کیا جا رہا ہے؟ کس کے گھر بار اور دوکان و کاروبار کو لوٹ کر آگ کے شعلوں میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ کس کی بہنوں، بیٹیوں کو نہایت سفاکانہ انداز میں اجتماعی عصمت دری کے بعد تڑپا تڑپا کر قتل کیا جا رہا ہے۔ کس کی عبادت گاہوں میں تیل انڈیل کر آگ لگائی جا رہی ہے؟ کس کے کمن اور شیرخوار بچوں کے سینوں میں تلواریں اور تیز دھار دار خنجر گھونپنے جا رہے ہیں؟ کس کے ہاتھوں، پیروں کو تلواروں سے کاٹ کر ان کے سروں پر کلہاڑیوں کی برسات کی جا رہی ہے؟ کس کے بیٹوں کو ماں باپ کے سامنے اور ماں باپ کو جوان بیٹوں اور بیٹیوں کے سامنے ننگا کر کے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تلواروں، کلہاڑیوں، بھالوں، بموں اور برچھیوں سے زخمی کر کے تڑپا تڑپا کر ہلاک کیا جا رہا ہے؟ آخر کون ہے وہ بے سہارا، مظلوم بے بس و بے کس اور لاچار و بے یار قوم جس کے افراد پر انتہائی بے دردی کے ساتھ ظلم و ستم کے پہاڑ گرائے جا رہے ہیں؟ کس پر تشدد و بربریت کی زبردست آندھیاں چلائی جا رہی ہیں؟ کون ہے! جس کا ہندوستان میں کوئی پرسان حال نہیں جس کو گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ، بستی بستی، شہر شہر، رونا جا رہا ہے۔ جس کے خون سے زمین ہند ہی نہیں بساط عالم بھی رنگین نظر آتی ہے۔

ایک رات درجنوں بے قصوروں کے ماتم میں گزرتی ہے کہ آنے والی صبح کی سفید چادر پر بھی بہت سے مظلوم و بے سہارا انسانوں کے قتل عام کے دھبے نظر آتے ہیں۔ آخر وہ کون ہے جو مدت سے اس ظلم و تشدد اور عصیت و درندگی کا شکار ہو رہا ہے؟ کس کو عرصہ دراز سے بے دریغ قتل کیا جا رہا ہے؟ کون ہے وہ کم نصیب جس کی فریادیں سننے والا اور آہوں پر ترس کھانے والا کوئی نہیں تو اس کا بس ایک ہی جواب ہے

لاچار مسلمان!

آخر کون اس عصیت و بربریت کا کھیل کھیل رہا ہے؟ کون ہے؟ جو ظلم و جور اور تشدد و شیطانت کا ننگا ناچ ناچ رہا ہے! کون نہتے اور

سماجی وادی کی کامیابی کے موقع پر 2012ء میں ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے ذریعہ انتخاب دیا تھا کہ ہوش میں رہنا، جن کے ووٹ نے اقتدار بخشا ہے ان کا خاص خیال رکھنا، اپنے وعدوں کے ایفاء میں کوتاہی نہ کرنا اور ہمیشہ یاد رکھنا کہ جو قوم سر پر تاج رکھ سکتی ہے وہ ٹھکرا بھی سکتی ہے اور ذلت و نامرادی کے غار عمیق میں گرا بھی سکتی ہے۔

شہرت کے بلندی بھی پل بھر کا تماشہ ہے
جس شاخ پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے
نہ کھلیش کی آنکھیں کھلیں نہ ملائم کی انہوں نے اعتماد کا خون
کیا کھل کر مسلمانوں پر ظلم و بربریت کی گولیاں چلا دیں۔ چاہتے تو فساد نہ ہوتا۔ سب کچھ معلوم تھا، کیا ہو رہا ہے، کیا ہونے والا ہے، کیا ہوگا۔ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ جانتے تھے۔ وہاں کی طرح ۸ اور ۹ ستمبر کو بھی قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ کشت و خون کا شیطانی طوفان برپا تھا، عصمتیں لوٹی جارہی تھیں۔ گھر جلائے جارہے تھے۔ اور ملائم سنگھ دلاسا دے رہے تھے کہ شریکوں اور بلوائیوں کو سزا دی جائے گی۔ کیا سزا دی جائے گی؟ وہ آزاد تھے، آزاد ہیں اور آپ کے ہوتے ہوئے آزاد رہیں گے۔ اور مسلمان مظلوم و بے سہارا تھا، بے سہارا ہے اور آپ جیسے نابکاروں کی حکومت میں بے سہارا رہے گا۔

غلطی ہمیں سے ہوئی کہ آپ جیسے ڈھیٹ، بدعہد، تشدد پسند، مفاد پرست اور موقع شناس نیتا پر بھروسہ کیا۔ نتیجہ سامنے ہے۔ کوشش کریں گے کہ آئندہ یہ غلطی نہ دہرائی جائے کیونکہ مسلمان ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا۔

ہندوستانی مسلمان سمجھ گیا ہے کہ فساد کون ہے؟ دشمن کون ہے؟ بیگانہ کون ہے؟ قاتل کون ہے؟ کلاہ ہمدردی میں جان لیوا اور رسفاک کون ہے؟ مسلمان ہر پارٹی اور لیڈر کو آزمایا چکا ہے۔ کوئی ہمدرد اور محافظ و پاسبان نظر نہیں آتا۔ جسے دیکھئے وہ آستین میں خنجر چھپائے ہوئے ہے۔ جسے دیکھئے مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بندی اور سازش سازی میں مبتلا ہے۔ جس پارٹی کو دیکھئے۔ مسلم نفرت اور اسلام دشمنی میں ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ ان حالات میں بیداری کی ضرورت ہے۔ اگر یوں ہی مسلمان خواب غفلت میں پڑے سوتے رہے۔ تو بچا ہوا آشیانہ بھی اجڑ جائے گا۔ دشمن ہماری خواب گاہ تک پہنچ چکا ہے۔ خنجر کا رخ ہماری گردن

جانے، اور جائیداد و املاک جل جانے کے بعد ظالم حکومت کے شیطانی لبوں پر جھوٹی ہمدردی کے چند کھوکھلے الفاظ آتے ہیں اور کبھی کسی پارٹی پر کبھی کسی تنظیم پر فساد کی ذمہ داری ڈالنے کی ناپاک اور ذلیل کوشش کیجاتی ہے۔

سچ کہا ایک سیاسی مبصر اور قومی ہمدرد نے کہ سب کچھ حکومت کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ ووٹ کی ناپاک سیاست کی جارہی ہے۔ مسلمانوں کا خون بہا کر، مال لوٹ کر، اور گھر جلا کر اپنی سیاسی بازیگری کا فن دکھایا جا رہا ہے۔ مسلمان بے چارہ بے یار و مددگار ہمیشہ سے تختہ مشق اور ظلم و جبر کا شکار ہو رہا ہے خونیں فساد کے ذریعہ بی جے پی اپنے ووٹ متحد کرنے کی کوشش میں ہے اور سماجی وادی مسلمانوں کو بی جے پی سے بچانے کا نعرہ لگا کر مسلمانوں کے ووٹ ہتھیانے کے چکر میں ہے۔ قصور حکومت کا ہے اور الزام دوسروں پر۔ حکومت اگر مستعد اور چاق و چوبند ہوتی تو فسادات کیوں ہوتے؟ جس کے دور انتظام و اقتدار میں ہنگامے ہوئے ذمہ دار وہی ہے۔ جس کو اپنا سیاسی قائد و رہنما منتخب کیا۔ غفلت اسکی ہے۔

تو ادھر ادھر کی نہ بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا

مجھے رہزموں سے غرض نہیں تری رہبری کا سوال ہے۔

کیا کیا امیدیں وابستہ تھیں سماجی وادی سے۔ کیا کیا وعدے کئے تھے اس پارٹی نے۔ مسلمانوں نے اس پر بھروسہ کیا آنکھیں بند کر کے ووٹ دیا اور 224 سیٹیں اس کی خالی جھولی میں ڈال دیں۔ خود ملائم سنگھ نے بھی اسکا اعتراف و اقرار کیا کہ ”70 فیصدی مسلمانوں نے ہمیں ووٹ دیا ہے ہم مسلمانوں کے ووٹ سے کامیاب ہوئے ہیں“۔ پھر کیا بات ہے کہ انہیں مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ یوپی کو گجرات بنا دیا گیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ دل دہلا دینے والے مواضعات مظفرنگر کے واقعات نے دیکھے۔ ایسا صدمہ جاں کاہ، اب سے پہلے یوپی کے قلب نے برداشت نہیں کیا۔ اس فساد و خون ریزی نے گزشتہ کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے سماجی وادی حکومت تو بی جے پی سے بھی زیادہ ظالم و جابر اور یہ لیڈر تو مودی جیسے ”موذی“ سے بھی زیادہ خطرناک دشمن ثابت ہو رہا ہے۔ اس ناعاقبت اندیش نے خود اپنے اعتماد اور وعدوں کی گردن پر اپنے ہاتھوں سے ہی نا انصافی و بدعہدی و بے رحمی کی شمشیر آبدار چلا دی۔ ہم نے

کے مزے لے رہے ہیں یا عیاشیوں کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ فساد پر فساد کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ظالموں کی آہوں سے فضا مکدر ہے۔ یتیموں کی چیخ و پکار کی صداؤں نے درود یوار تک کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ بیواؤں اور بے سہاروں کی آہ و فغاں نے انسانیت کا دل دہلا دیا ہے۔ زندہ جانوروں کے جلنے کا تعفن ہر سمت پھیلا ہوا ہے۔ ہر طرف صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے۔ سارا ماحول سوگوار ہے۔ مگر یہ لیڈران قوم اور ہمدردان ملت ہیں کہ اپنی پارٹی کی تعریف و توصیف اور مدح و ستائش میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ آخر کب ان کی آنکھیں کھلیں گی؟ جب ان کا نشیمن بھی اجڑ جائے گا۔ ایسے جاں سوز، تباہ کن پردرد اور روح فرسا فساد کے موقع پر مسلم لیڈران کو چاہئے تھا کہ فوراً پارٹی سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے شدید غم و غصہ کا اظہار کر دیتے۔ مگر کرسی سے چپکے بیٹھے ہیں ان کو دولت، عہدے اور کرسی سے پیار ہے قوم جائے چولہے بھاڑ میں۔ ایسے موقع شناس اور مفاد پرست لیڈروں کو پائے حقارت سے ٹھکرانے کی ضرورت ہے۔ جو قوم کا حامی نہیں وہ قائد کیسے ہو سکتا ہے؟ ان لیڈروں کو راضی کرنے اور منانے سے کیا فائدہ۔ اللہ و رسول کو راضی کیجئے۔ دارین کی آفتوں سے بچ جاؤ گے۔

ہمیں کرنا ہے شانہ شاہِ بطحا کی رضا جوئی

وہ اپنے ہو گئے تو رحمتِ پروردگار اپنی

طریقِ مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی

اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

آخری بات: فسادات کی ایک لمبی فہرست ہے ہندوستان میں کوئی مسلمان کا پرسانِ حال نہیں۔ مسلمان نہایت بے بسی اور مفلسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ آئے دن کے فسادات نے اسے کچل کر رکھ دیا ہے۔ بولنے کی بھی طاقت نہیں۔ آہ کرنے کی بھی سکت نہیں۔ فریاد کرنے کی بھی ہمت نہیں۔ فریاد کرے تو کس سے؟ آہ بھرے تو کس کے سامنے، سب نیچے سے اوپر تک، انتظامیہ سے اقتدار اعلیٰ تک سب کے سب اس کی جان و مال و عزت و آبرو اور مذہب و ایمان کے دشمن نظر آتے ہیں۔ وزارت داخلہ کی ایک رپورٹ کے مطابق اس سال اب تک ملک بھر میں 479 فسادات ہوئے۔ جن میں مسلمان ہی زیادہ تعداد میں مارے گئے (روزنامہ انقلاب 25 ستمبر 2013ء) غور فرمائیے صرف آٹھ مہینوں یعنی تقریباً 240 دنوں میں 479 فسادات برپا کئے گئے یعنی ہم

کی طرف ہے۔ اب بھی اگر ہم نہ جاگے تو مارے جائیں گے۔ نہ کوئی ماتم کرنے والا ہے۔ نہ بچانے والا۔ بی جے پی نے مودی کو وزارتِ عظمیٰ کے عہدے کا امیدوار قرار دیکر خطرے کی گھنٹی بجادی ہے۔ ماہنامہ علیحضرت نے پہلے ہی خطرے کا احساس دلادیا تھا۔ سوچی سمجھی اسکیم اور منصوبہ بندی کے تحت منظم انداز میں فساد کرایا گیا۔ بلوائی کھلے عام اسلحہ لئے گھومتے رہے۔ مسلمانوں کے خلاف زہریلے اور متعصبانہ نعرے لگاتے رہے۔ اسلام دشمن پروگرام مہا پنچایت وغیرہ میں مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی ہوتی رہی۔ نہ انتظامیہ نے روک لگائی نہ حکومت نے ایکشن لیا۔ سب کی ملی جلی سازش اور مسلم دشمنی کے نتیجے میں یہ بھیانک فساد برپا ہوا۔ آج تقریباً 15 ہزار گزر جانے کے بعد بھی پچاس ہزار سے زائد افراد امدادی کیمپوں میں مجبور زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ کتنے وہ بچے ہیں کہ جن کی آنکھوں کے سامنے انکے والدین کو تلواروں سے کاٹ دیا گیا۔ کتنے وہ بوڑھے ہیں جن کی موجودگی میں ان کے دل کے ٹکڑوں، جوان بیٹوں کا خون بہا دیا گیا۔ اور جوان بیٹیوں کو اٹھا کر جبراً لے گئے۔ جن کا آج تک پتہ نہیں۔ اسپتالوں میں دھاردار اوزاروں سے کاٹی ہوئی درجنوں ایسی لاشیں جنکے کئی کئی ٹکڑے الگ الگ بکھرے پڑے تھے۔ یہ طے کرنا مشکل تھا کہ یہ سر کس بدن کا ہے اور یہ ہاتھ پاؤں کس جسم کے ہیں۔ سیکڑوں زخمی اور کٹے پھٹے لوگ اسپتالوں میں کراہتے ہوئے موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ سیکڑوں نوجوانوں کا تانہ زور کوئی اتا پتا نہیں کہ وہ کیا ہوئے زندہ ہیں یا مارے گئے۔ درجنوں بچے عورتیں اور بوڑھے تیل پٹرول چھڑک کر جلا دیئے گئے۔ جن کی راکھ بھی منتشر ہوگئی۔ ایسے حالات میں ہمیں آنکھیں کھولنا ہے ہمارا کوئی ہمدرد و حامی نہیں۔ کوئی رستے ہوئے زخموں پر مرہم رکھنے والا نہیں۔ کوئی بے قرار دل کو سچے دل سے دلاسا دینے والا نہیں۔ کس کو آواز دیں کس سے فریاد کریں کسے زخم دل دکھائیں۔ کس کو اپنا جانیں۔ کہ یہ ہمارے دشمن ہیں۔

مسلم لیڈران: مسلم لیڈران کا رویہ اور حال بھی نہایت سچے دل سے افسوسناک، اور تکلیف دہ ہے۔ ان کی کان پر جوں کیوں نہیں رینگتی؟ ان کے دل میں قوم کیلئے جذبہ ہمدردی کیوں نہیں؟ ان کی غیرت و حمیت کہاں سو گئی۔ بلکہ مرگئی، قوم کاٹی جائے، گھر لوٹے جائیں، بچے مارے جائیں مگر ان کو کچھ مطلب نہیں یہ اپنے عشرت کدوں میں خواب خرگوش

میں حصہ داری۔ جس قوم نے ہندوستان سے انگریز کو بھگانے میں اپنا سب کچھ قربان کیا آزادی کے گلشن کو اپنے خون جگر سے سینچا۔ افسوس اسی کیلئے زمین ہند تنگ سے تنگ تر ہوتی جا رہی ہے۔ اسی کا لہو نالیوں میں بہایا جا رہا ہے۔ اسی کی راکھ ہواؤں میں اڑائی جا رہی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اب جاگ جائیں۔ ہمارے لیڈر بھی بیدار ہو جائیں، علماء و مشائخ بھی میدان عمل میں آجائیں اور اپنے کردار و عمل سے کچھ کر دکھائیں موت سر پر کھڑی ہے اپنے لئے کچھ کیجئے۔ اپنی قوم کی فلاح و بہبود کیلئے کوئی مناسب لائحہ عمل تیار کیجئے۔ پٹنے، کٹنے کے بعد تو ہوش میں آ جانا چاہئے اب بھی اگر نہ جاگے تو کب جاگو گے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو!

تمہاری دستاں تک بھی نہ ہوگی داستاںوں میں

(صفحہ ۸ کا بقیہ مضمون)

عن بریدۃ الاسلامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلو اما بدالکم واطعموا وادخروا۔

حضرت بریدہ الاسلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قربانی کا گوشت جس قدر تم کھا سکتے ہو کھاؤ، باقی کھلاؤ اور جمع رکھو۔ (یعنی کل گوشت بھی اہل کیلئے رکھ سکتے ہیں اگر ضرورت ہو اور کل صدقہ یا کچھ گھر کیلئے، کچھ احباب کے لئے اور کچھ فقراء کے لئے رکھیں)

عن امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال امرنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اقوم علی البدن و ان لا اعطی علیہا شیئاً فی جزار تھا،

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑا ہو جاؤں اور ان میں سے بطور اجرت قصاب کو کچھ بھی نہ دوں اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے گوشت میں سے گوشت بنانے والے کو اجرت و معاوضہ کے طور پر دینا ممنوع ہے البتہ دیگر مسلمانوں کی طرح اجرت کے علاوہ بطور تحفہ دے سکتے ہیں۔ سبحانی غفرلہ

☆☆☆☆☆☆

نے ہر روز دو فسادوں کا سامنا کیا۔ تو جس ملک کی شکستہ حالی تو تشدد پسندی کا یہ عالم ہوگا تو وہ کیسے ترقی کرے گا۔ اور کس طرح وہاں کے عوام سکون و راحت کی سانسیں لے سکتے ہیں۔ تجربات گواہ ہیں کہ فسادات مسلمانوں کی ہلاکت و بربادی کیلئے کرائے جاتے ہیں۔ اور فساد یوں کا نہ کچھ ماضی میں بگڑا نہ آئندہ کچھ بگڑے کیونکہ انہیں ارباب سیاست سربراہان اقتدار کی پشت پناہی حاصل ہے۔ فساد صرف وہی نہیں جس کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ بلکہ وہ بھی ہے جس کی حمایت سے فساد برپا ہو رہا ہے۔ جس نے دہشت گرد ہندوؤں کے ظالم ہاتھوں میں ہتھیار تھمائے۔ جنکے ایماء پر فسادات ہوئے۔ جب سبھی دشمن اور فساد ی ہیں تو مسلمان آخر فریاد کس سے کرے؟ مسلم لیڈران تک رسائی نہیں اور جب تک رسائی ہوتی ہے تب تک سب اجڑ چکا ہوتا ہے۔ زخمیوں کو معاوضہ اور مہلکین کے ورثا کو مالی امداد دینے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ چند ٹکوں کی امداد اس زبردست جانی نقصان اور مالی خسارے کا بدل نہیں ہو سکتی۔ جس کو اس نے اپنے سینے پر پتھر رکھ کر برداشت کیا۔ سوچئے کیا یتیم کے آنسوؤں اور بیواؤں کی آہوں کا کوئی بدل ہے۔؟ ایک مقتول صحافی کی بیٹی سے پرائم فیسٹر ملنے گئے اس نے کیا خوب کہا کہ ”جو ہوا وہ ہوا میرے فادر مارے گئے۔ میں صبر کروں گی۔ اب وہ اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے مجھے مالی امداد نہیں چاہئے بلکہ آپ سے گزارش ہے کہ ایسا انتظام کیجئے کہ آئندہ اس قسم کے ہولناک واقعات سرزد نہ ہو کسی کمسن بچے کے سر سے اس کے شفیق باپ کا سایہ نہ اجڑے۔ اور کوئی بیٹی اپنے باپ کی شفقتوں سے محروم ہو۔ بس یہی میری تمنا ہے اور یہی میرا مطالبہ ہے“۔ سچ کہا اس لڑکی نے اگر آئندہ اس قسم کے تباہ کن واقعات و فسادات نہ ہوں تو بڑی بات ہے مگر جتنی روک لگائی جا رہی ہے یا انسداد کی بات کی جا رہی ہے اتنے ہی فسادات بھڑک رہے ہیں۔ اتنے ہی مسلمان مارے جا رہے۔ آخر کیوں؟

ان حالات میں اسلامیان ہند کو کوئی مؤثر لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا۔ الیکشن قریب سے قریب تر ہو رہا ہے۔ ہمیں اتحاد کے گل کھلانا ہوں گے۔ ہمارے ساتھ کتنی بڑی نا انصافی ہے کہ ہم نے اپنے خون کی دھاروں سے گلشن ہند کو سینچا۔ اپنے سینے پر گولیاں کھائیں مگر ہندوستان کی وفاداری پر آنچ نہ آنے دی۔ مدتوں ہم نے ہندوستان پر حکومت بھی کی۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ہمارا ہندوستان میں کچھ نہیں نہ حلقہ انتخاب۔ نہ ملازمتوں

ترجمہ: مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرار الحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: اور یقین نہ لاؤ مگر اس کا جو تمہارے دین کا پیرو ہے۔ تم فرما دو کہ اللہ ہی کی ہدایت ہے ۱۳۷۔ (یقین کا ہے کہ نہ لاؤ) اس کا کہ کسی کو ملے ۱۳۸۔ جیسا تمہیں ملایا کوئی تم پر حجت لا سکے تمہارے رب کے پاس ۱۳۹۔ تم فرما دو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اپنی رحمت سے ۱۴۰۔ خاص کرتا ہے جسے چاہے ۱۴۱۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے اور کتابیوں میں کوئی وہ ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک ڈھیر امانت رکھے تو وہ تجھے ادا کر دے گا ۱۴۲۔ اور ان میں کوئی وہ ہے کہ اگر ایک اشرفی اس کے پاس امانت رکھے تو وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے ۱۴۳۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پڑھوں ۱۴۴۔ کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں اور اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں ۱۴۵۔ ہاں کیوں نہیں۔ جس نے اپنا عہد پورا کیا اور پرہیزگاری کی اور بیشک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں وہ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں ۱۴۶۔ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے نہ ان کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ۱۴۷۔ اور ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں اور اللہ پر دیدہ و دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں ۱۴۸۔ (سورہ آل عمران، پ ۳، ع ۱۴۵، آیت ۶۱ تا ۷۸)

تفسیر: ۱۳۷۔ اور جو اس کے سوا ہے وہ باطل و گمراہی ہے۔ ۱۳۸۔ دین و ہدایت اور کتاب و حکمت اور شرف و فضیلت۔ ۱۳۹۔ روز قیامت۔ ۱۴۰۔ یعنی نبوت و رسالت سے۔ ۱۴۱۔ مسئلہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت جس کسی کو ملتی ہے اللہ کے فضل سے ملتی ہے اس میں استحقاق کا دخل نہیں (خازن) ۱۴۲۔ شان نزول یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی اور اس میں ظاہر فرمایا گیا کہ ان میں دو قسم کے لوگ ہیں امین و خائن بعض تو ایسے ہیں کہ کثیر مال ان کے پاس امانت رکھا جائے تو بے کم و کاست وقت پر ادا کر دیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام جن کے پاس ایک قریشی نے بارہ سواوقیہ سونا امانت رکھا تھا آپ نے اس کو ویسا ہی ادا کیا اور بعض اہل کتاب میں اتنے بددیانت ہیں کہ تھوڑے پر بھی ان کی نیت بگڑ جاتی ہے جیسے کہ فحاص بن عاز ورا جس کے پاس کسی نے ایک اشرفی امانت رکھی تھی مانگتے وقت اس سے مکر گیا۔ ۱۴۳۔ اور جب دینے والا اس کے پاس سے ہٹے وہ مال امانت ہضم کر جاتا ہے۔ ۱۴۴۔ یعنی غیر کتابیوں۔ ۱۴۵۔ کہ اس نے اپنی کتابوں میں دوسرے دین والوں کے مال ہضم کر جانے کا حکم دیا ہے باوجودیکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں کوئی ایسا حکم نہیں۔ ۱۴۶۔ شان نزول: یہ آیت یہود کے احبار اور ان کے رؤسا ابورافع و کنانہ بن ابی الحقیق اور کعب بن اشرف و جی بن اخطب کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا وہ عہد چھپایا تھا جو سید عالم

ﷺ پر ایمان لانے کے متعلق ان سے توریت میں لیا گیا۔ انہوں نے اس کو بدل دیا اور بجائے اس کے اپنے ہاتھوں سے کچھ کا کچھ لکھ دیا اور جھوٹی قسم کھائی کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنی جماعت کے جاہلوں سے رشوتیں اور زر حاصل کرنے کیلئے کیا۔ ۱۴۷۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگ ایسے ہیں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام فرمائے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت کرے نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے اور انہیں دردناک عذاب ہے اس کے بعد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کو تین مرتبہ پڑھا۔ حضرت ابوذر راوی نے کہا کہ وہ لوگ ٹوٹے اور نقصان میں رہے یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ حضور نے فرمایا ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور احسان جتانے والا اور اپنے تجارتی مال کو جھوٹی قسم سے رواج دینے والا۔ حضرت ابو امامہ کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کا حق مارنے کیلئے قسم کھائے اللہ اس پر جنت حرام کرتا ہے اور دوزخ لازم کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر چہ تھوڑی ہی چیز ہو؟ فرمایا اگر چہ بول کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔ ۱۴۸۔ شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ دونوں کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے توریت و انجیل کی تحریف کی اور کتاب اللہ میں اپنی طرف سے جو چاہا ملا یا۔

باب الحدیث

گلدستہ احادیث

ترتیب و انتخاب: نبیرہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

قربانی

قربانی کس جانور کی ہو: عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
قال رسول اللہ ﷺ لا تذبحوا الا مسنة الا ان يعسر عليكم

فتذبحوا جذعة من الضان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا پوری عمر والے جانور کی قربانی کرو مگر جب دشوار ہو تو بھیڑ کا چھ
ماہ والا بچہ بھی ذبح کر سکتے ہو۔ (تشریح: لہذا آگائے، بھینس وغیرہ
دو سال اور بکرے وغیرہ ایک سال سے کم عمر کے نہ ہوں البتہ اگر بھیڑ یا
دنبہ کا چھ مہینہ کا بچہ اتنا موٹا ہو کہ دو سال سے ایک سال کا لگتا ہے تو اس کی
قربانی جائز ہے۔ سبحانی غفرلہ)

گائے اور اونٹ میں سات حصہ تک جائز ہے: عن جابر بن
عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان نشرك في الابل و البقر كل سبعة منافي بدنة
حضرت جابر سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ
اور گائے ہر بدنہ میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال اشتر كنا
مع النبی ﷺ في الحج و العمرة كل سبعة منافي بدنة، فقال
رجل لجابر اشترك في البدنة ما يشترك في الجزور؟
قال ما هي الا من البدن

حضرت جابر بن عبد اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حج و عمرہ میں ہم حضور
نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے کسی نے ان سے پوچھا، کیا گائے کی
قربانی میں بھی اتنے ہی آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ فرمایا گائے بھی تو بدنہ
ہی میں داخل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۸/۴۵۱) (یعنی گائے، اونٹ، بھینس
میں سات حصہ ہوتے ہیں)

(بقیہ مضمون صفحہ ۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ و علیہ وسلم من كان له سعة ولم يضح فلا
يقربن مصلانا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا ہاتھ پہونچتا ہو (یعنی جس کے اندر
وسعت ہو) اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ
آئے۔ (فتاویٰ رضویہ ۶/۵۲۱)

قربانی کا جانور تندرست ہونا بہتر ہے: عن رجل من
الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال: قال رسول اللہ ﷺ ان
افضل الضحايا اغلاها و اسمنها.

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
فرمایا بیشک قربانی کے جانوروں میں افضل وہ جانور ہے جو قیمتی اور
تندرست ہو۔

حضور نے مینڈھوں کی قربانی کی: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ قال ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضحی
بکبشین املحین، احدهما عن نفسه و الآخر عن امته.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو فربہ اور سیاہ و سفید مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔ ایک
اپنی جانب سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے۔ (تشریح: اگر
وسعت ہو تو ایک وفا شعار امتی کو چاہئے کہ وہ اپنے آقا کی طرف سے بھی
قربانی کر دے تاکہ اس کی قربانی پر قبولیت کی مہر لگ جائے۔ سبحانی
غفرلہ)

فتاویٰ منظر اسلام

ترقیب، تخریج، تحقیق: حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری نائب سجادہ درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) وہابی کے یہاں کھانا پینا، ان کے عقائد برتن اور ان پر یقین رکھنا کیسا ہے؟ (شوکت علی نئی بستی بریلی)

(۲) لڑکا وہابی ہے اور لڑکی سنی ہے دونوں کی شادی ہوگئی یہ شادی درست ہے یا نہیں (سائل مذکور)

الجواب: وہابیوں کے یہاں کھانا کھانا۔ ان سے میل جول رکھنا حرام اور گناہ ہے۔ ان کے عقائد کفریہ ماننا کفر ہے اور عقائد ضلالت گمراہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہابی یعنی جو خود کوئی کفری عقیدہ رکھتا ہے یا عقیدہ رکھنے والے کے عقیدہ کفریہ پر مطلع ہو کر اس کو مسلمان جانتا ہے وہ کافر و مرتد ہے اور اس کے ساتھ کسی کا نکاح درست نہیں۔ اگر کوئی کرے گا ہرگز نہ ہوگا۔ حرام اور زنا ہوتا رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سائل نے کہا کہ میری بیوی سے کہنا کہ تم کو چھٹی دی۔ لیکن تین دن کے بعد پھر کہا کہ میں نے اس کو طلاق دی۔ اس کے پاس کسی نے جا کر نہیں کہا۔ اور میری بیوی جھگڑا کر کے گئی تھی اس کے بعد کچھ آدمی میری بیوی کو بلالائے سائل نے پہلا لفظ یہ کہا تھا کہ میری بیوی سے کہنا کہ چھٹی دی۔ اس سے قبل میں نے طلاق کا لفظ نہیں کہا تھا۔ چھٹی اس وجہ سے کہا تھا کہ کئی مرتبہ جھگڑا کر کے چلی گئی تھی۔ چھٹی کا لفظ بلانے کی غرض سے کہا تھا کہ وہ سن کر آجائے او رسائل نے اس خیال سے قطعاً نہیں کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں۔ تو اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: اس صورت میں کہ لفظ چھٹی طلاق کی نیت سے نہیں کہا تھا اس لفظ سے تو طلاق نہیں ہوتی لیکن اس کے تین دن کے بعد جو یہ کہا ہے کہ میں نے اس کو طلاق دیدی۔ تو اس سے ضرور ایک طلاق ہوئی۔ سائل نے

بیان کیا کہ عورت مدخولہ ہے ایسی صورت میں ایک طلاق رجعی ہوئی۔ اگر عدت نہ گزری ہو تو رجعت کر سکتا ہے مثلاً دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لیا عورت راضی ہو یا نہ، منظور کرے یا نہ بہر حال رجعت ہو جائیگی۔ لیکن عدت گزر گئی ہے تو عورت کی رضا مندی سے نکاح کرے۔ حلالہ کی حاجت نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سائل نے بیان کیا ہے کہ طلاق کے بعد دو مہینے کا حمل ساقط ہوا ہے اتنی قلیل مدت کا حمل ساقط ہونے سے مدت نہیں پوری ہوتی۔ ایسی صورت میں جب تک تین حیض آکر ختم نہ ہو جائیں عدت باقی رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ سید محمد افضل حسین دارالافتاء منظر اسلام بریلی شریف
(ماخوذ از ماہنامہ اعلیٰ حضرت شمارہ ستمبر ۱۹۶۵ء)

سوال: ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید امامت کرتا ہے اور زید کی بی بی تین گاؤں میں بے پردا گھومتی ہے تو گاؤں کے مسلمان نے کہا کہ مولانا آپ امامت کرتے ہو اور نماز پڑھاتے ہو اور بیوی بے پردا گھومتے ہو؟ تو مولانا کہتے ہیں میں نے اپنی بیوی کو اجازت دے دی ہے وہ چادر اوڑھ کر جاتی ہے، اس نے شریعت کا کوئی جرم نہیں کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے جواب مرحمت فرمائیے۔

سوال: ۲۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چار آدمی ہیں اور گاؤں کے مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے تب زید نے پوچھا کہ ہم کو آپ لوگوں نے کیوں چھوڑ دیا ہے تو گاؤں کے مسلمانوں نے کہا کہ تم توبہ کرو تو زید نے کہا شریعت کا کیا قانون ہم پر لاگو ہے۔ وہ بتاؤ ہم توبہ کر لیں گے یا کوئی فتویٰ ہمارے اوپر ہے وہ دکھاؤ ہم شریعت کے گنہگار نہ رہیں ہم توبہ کرنے کو تیار ہیں تو گاؤں کے مسلمان نہ فتویٰ دکھاتے ہیں اور نہ کوئی شریعت کا جرم بتاتے ہیں اور کہتے ہیں توبہ ہمارے

اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بے شک اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ واللہ تعالیٰ ہوا الہادی وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ ریاض احمد سیوانی غفرلہ

دارالافتاء منظر اسلام سوداگران بریلی شریف ۷۱/ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغ تھی اس کے والد کی بغیر رائے کے اس کی ماں نہیں ہے اس پر لڑکی کے بہن بہنوئی نے لڑکی کی بغیر رائے کے زبردستی نکاح کر دیا اب لڑکی بالغ ہو گئی ہے وہ اپنا نکاح اپنی رائے سے دوسری جگہ کرنا چاہتی ہے۔ کلیم امجد علی موضع ڈھکنی تھانہ خاص تحصیل فرید پور ضلع بریلی شریف

الجواب: باپ کی موجودگی میں بہن بہنوئی وغیرہ ولی نہیں بن سکتے۔ نابالغ و نابالغہ کے نکاح کیلئے ولی کی اجازت شرط ہے۔ صورت مسئلہ میں اگر واقعی لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے باپ کی بغیر اجازت کے اس کے بہن بہنوئی نے کر دیا تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے اگر باپ نے لڑکی کے بلوغ سے قبل اس نکاح کو جائز کر دیا تو جائز اور رد کر دے تو باطل ہو جائے گا۔ اور اگر بالغ ہونے سے قبل باپ نے ابھی جائز یا رد نہیں کیا تھا کہ لڑکی بالغ ہو گئی اور وقت بلوغ گواہان کے روبرو وہ بالغ ہونا ظاہر کر کے اس نکاح کو جائز کر دے تو جائز اور رد کر دے تو فسخ ہو جائے گا۔ رد کی صورت میں اگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہو تو فوراً ورنہ عدت گزار کر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور جائز کر دینے کی صورت یعنی قبل بلوغ باپ نے جائز کر دیا ہو یا وقت بلوغ لڑکی نے اس نکاح کو پسند کر لیا ہو یا رد یا پسند کچھ نہ کیا خاموش رہی اگرچہ لاعلمی کی بنا پر ہو تو جب تک وہ شوہر اس لڑکی کو طلاق نہ دیدے یا مرتد نہ ہو جائے یا معاذ اللہ مرتد نہ ہو جائے اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا ارشاد فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ صحیح العقیدہ سنی کی لڑکی کا نکاح غیر مقلد کے لڑکے ساتھ جبکہ لڑکا بھی غیر مقلد ہے پڑھانا کیسا ہے اگر نہ پڑھایا جاتا ہے تو جماعت میں پھوٹ پڑ رہی ہے کچھ اسی بہانے غیر مقلدوں کی سیاسی چالوں میں گرفتار ہو کر اپنی سنیت کو بھی برباد کر لیتے ہیں جبکہ غیر مقلد اسی تاک میں ہیں اور لڑکی والے کے یہاں کھانا کیسا ہے اسی گاؤں میں اسی مسجد سے متعلق ایک مدرسہ اہل سنت ہے مدرسہ پر بڑا اثر پڑیگا جب ٹولی ٹولی میں بٹ جائیں تو دوسرے مذہب والوں کو موقع

سامنے کرو تو معاف کریں گے اور ۱۵ اور ہو گئے ہیں کوئی بات نہیں بتاتے ہیں تو اس میں کیا کیا جائے شریعت کا ان لوگوں پر کیا حکم ہے جواب مرحمت فرمائیں۔ علی حسین موضع لکھیری ڈاکخانہ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی

الجواب: بعون الملک الوہاب (۱) اگر واقعی زید کی بیوی بے پردہ باہر نکلتی ہے، غیر محرم مردوں کے سامنے بے پردہ آتی جاتی ہے۔ اور زید حتیٰ الوسع اسے بے پردگی سے منع نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے جب تک وہ توبہ نہ کرے اور بیوی کو بے پردہ نکلنے سے نہ روکے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی جس کا پڑھنا گناہ اور لوٹانا واجب ہوگا۔ اس پر اپنی عورت کو فسق سے روکنا لازم ہے۔ قال تعالیٰ ”یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم و اہلیکم نارا“ اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“ یعنی تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے قیامت کے دن اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ زید نے اگر اپنی بیوی کو گھومنے کی اجازت دیدی ہے تو وہ دیوث ہے درمختار میں ہے ”دیوث لا یعار علی امراتہ او محرمہ“ اگر وہ اپنی عورت کو نہ روکے تو وہ لائق امامت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر واقعی گاؤں والوں نے بے وجہ شرعی زید اور اس کے چار آدمیوں کو برادری سے علیحدہ کر دیا ہے تو وہ سب کے سب ظالم جفا کار مستحق عذاب نارحق اللہ اور حق العباد میں گرفتار ہیں ان پر فرض ہے کہ تعلقات قائم کر لیں یا ان کا جرم ظاہر کریں اور ان سے توبہ کرا کر ان کو برادری میں شامل کر لیں اگر وہ جرم نہ بتائیں نہ تعلقات ہی قائم کریں تو وہ بے وجہ شرعی مسلمان کو ایذا دینے والے ہوں گے اور بے وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دینا اللہ اور رسول جل علیہ وعلیہ السلام کو ایذا پہنچانا ہے اور اللہ و رسول کو ایذا پہنچانے والے بے شک دردناک عذاب کے مستحق دنیا و آخرت میں ہوں گے۔ قال تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الآخرة واعدلہم عذاباً مہیناً۔ یعنی بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے حدیث شریف میں ہے من اذی مسلماً فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ یعنی جس نے کسی مسلمان کو بے وجہ شرعی ایذا دی بے شک

کیا بکر کا کہنا از روئے شریعت ٹھیک ہے۔ (۳) مسلمانوں کو اہل ہنود کا کھیت رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں جواب سے آگاہ فرمائیں۔

سائل: بشیم احمد قصبہ بہیڑی بریلی

الجواب: یہ رہن وصول کی صورت درحقیقت اجارہ ہے اور راجارہ شرعاً جائز ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ بجائے رہن وصولی کا لفظ کہنے کے اجارہ کے ساتھ عقد کریں پھر بھی اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بکر کا کہنا صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ

۳ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

عرس نصیری

شمالی ہند کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سید شاہ نصیر الدین ثانی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے حقیقی بھانجے حضرت مخدوم سید اعزاز الدین المعروف لال پیر فاتح گوپا مو کی اولاد میں ہیں۔ آپ کے جد امجد حضرت سید غازی کمال شاہ بلگرام شریف میں شہید ہوئے جن کا مزار پشت عید گاہ بلگرام میں سرالگ اور دھڑالگ واقع ہے۔

آپ کی تاریخ وصال ۱۱ رزی الحجہ ہے آپ کی تاریخ وصال پر آپ کے نواسے و جانشین پیر طریقت حضر سید شاہ افسر علی نصیری چشتی قادری کی سرپرستی میں ایک روزہ عرس نصیری خانقاہ نصیریہ چشتیہ قادریہ میدان پورہ بلگرام میں عظیم الشان پیمانے پر منایا جا رہا ہے لہذا محبان اولیائے کرام سے التماس ہے کہ اس پر نور موقع پر شرکت فرما کر فیض روحانی سے مالا مال ہوں۔

مولانا فرقان احمد نصیری

مدرسہ نصیر العلوم محلہ میدان پورہ بلگرام شریف ضلع ہردوئی۔

ملے گا۔

المستفتی: احمد درزی جوھن پور ڈاکخانہ رچھارو ڈبریلی۔

الجواب: غیر مقلدین زمانے کی بد مذہبی سرحد کفر تک پہنچی ہے اس سے کسی سنیہ لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا، اگر دیدہ و دانستہ یہ نکاح کیا گیا تو باطل محض ہوگا جتنی قربت ہوگی خالص زنا۔ اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ لدائز نا لہذا اس سنیہ لڑکی کا غیر مقلد سے نکاح پڑھانا ناجائز و گناہ ہے لڑکی والے پر لازم ہے کہ اس نکاح سے باز آئے اور اگر وہ نہیں مانتا ہے تو مسلمان اس کا ساتھ نہ دیں اور اس سے علحدہ رہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لا يجوز للمرتدان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية یعنی مرتد مرد کا نکاح کسی عورت مسلمہ یا کافرہ یا مرتدہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ غیر مقلد بالفرض ایسا ہو کہ اس کی بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جبکہ ایسا بعید ہے جب بھی وہ اعلیٰ درجہ کا غیر کفو ہے اور غیر کفو سے نکاح نہیں ہوگا۔ درمختار میں ہے۔۔۔ فی غیر الکفو لعدم جوازہ اصلاً لفساد الزمان بہر حال غیر مقلد سے سنیہ لڑکی کا نکاح جائز نہیں۔ اس سے باز آنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ زید نے بکر سے یہ شرط کی کہ اگر میرے پاس پانچ سال کے اندر روپیہ کا انتظام ہو گیا تو جتنی مدت تک تمہارے پاس کھیت رہے گا اتنی مدت کی رقم کاٹ کر میں باقی رقم دیکر خالی ہونے پر واپس لے لوں گا۔ زید بکر دونوں اس بات پر راضی ہو گئے۔ زید کے پاس دو سال بعد روپیہ کا انتظام ہو گیا۔ بکر نے اس کھیت میں ایکھ (گنے کی فصل) بھی بوئی تھی۔ جس میں تقریباً ایک ہزار روپیہ کا گنا بھی کاٹ لیا اور کھیت خالی ہو گیا۔ کھیت خالی ہو جانے پر زید نے بکر کو ایک سو تیس روپے دیئے۔ بکر نے روپیہ لینے سے انکار کیا اور کہا کہ ابھی اور کھیت خالی نہیں ہے اس کھیت سے میں پیڑی (گنے کی دوسری فصل) بھی کاٹوں گا۔ سال آئندہ یہ کھیت خالی ہوگا۔ زید و بکر میں مذکورہ بالا حالات کو لے کر جھگڑا ہے۔ اب دریافت کرنا ہے کہ زید نے مذکورہ بالا شرائط پر بکر کے پاس جو کھیت رہن رکھا یہ شریعت مطہرہ میں جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) بکر کہتا ہے کہ گنے کی پہلی فصل کاٹ کر کھیت خالی نہیں ہوتا ہے بلکہ دوسری سال پیڑی (دوسری فصل) کاٹ کر خالی ہوگا۔ ابھی خالی نہیں ہے

منظر نگر کی خونی داستان کے پیچھے کون سی سازش کام کر رہی ہے؟

از: ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطفی - ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

قلم کیا گیا سر یاد آرہا تھا جس کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں اسپتال کے ایک سینئر ڈاکٹر نے بتایا کہ ہمارے پاس نو ایسی لاشیں لائی گئیں تھیں جن کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مرد کی لاش ہے یا پھر عورت کی“

اسی طرح کی اذیت ناک اور ناقابل برداشت آپ بیتی بیان کرتے ہوئے ۱۸ سالہ ریشمانے اخبار والوں کو بتایا کہ جس وقت گاؤں میں فساد پھوٹا اس وقت ہمارے والد گھر سے باہر تھے جنونی بھیڑے کی نعروں کی آواز جیسے ہی بلند ہوئی وہ گھر کے اندر آ گئے۔ فساد کی ایک گھبراہٹ کے بعد ایک گھر کو آگ لگا کر آگے بڑھتے جا رہے تھے، ہم سات بہن سے تھے ہمارے والد نے ساتوں بہنوں کو گھر سے نکال کر مسجد سے قریب ایک مکان میں پناہ دلادی۔ اسی لمحہ فساد وہاں پہنچ گئے۔ والد نے ہم لوگوں سے کہا کہ تم لوگ مکان اندر سے بند کرلو۔ باپ کے کہنے کے مطابق ہم نے دروازہ اندر سے بند کر لیا، باہر چیخ و پکار کی آواز ہونے لگی، ہم نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر فساد یوں نے ہمیں دھکا دے کر باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر کیا ہوا؟ ہم نہیں دیکھ پائے مگر جب دیکھا تو ہماری دنیا ویران ہو چکی تھی۔ ہمارے والد کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ ہمارے ایک پڑوسی نے بتایا کہ ہم نے خود دیکھا کہ نعرے لگاتی بھیڑے نے ایک کے بعد ایک گھر جلایا۔ پھر سامنے آتے ہر انسان کو قتل کرتی وہ آگے بڑھتی رہی۔ فیاض نے انہیں روکنے کی کوشش کی مگر پہلے اس کا گھر نذر آتش کیا گیا۔ پھر اس پر لاٹھیاں برسائیں اور جب وہ ادھ مرا ہو گیا تو تلواروں اور دوسرے دھاردار ہتھیاروں سے اس کی بوٹی بوٹی قیمہ کر کے رکھ دیا۔ اسی طرح کا حادثہ کسی ایک گاؤں میں نہیں ہوا بلکہ اس علاقے کے سبھی گاؤں میں اس طرح کی انسانیت سوز حرکت کی گئی

منظر نگر میں جو حالیہ ہندو مسلم فساد رونما ہوا اور اس میں جس طرح ظلم و بربریت کا ننگا ناچ فرقہ پرست تنظیموں نے ناچا اور رنچوایا۔ اس کی داستان سن کر اور اخباروں میں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے آدم خور درندے بھی اس طرح کی حرکت نہیں کرتے جو ان انسان نما بھیڑیوں نے کر دکھائے مہا پنچایت ختم ہوتے ہی نفرت و تعصب کا ایسا آتش فشاں طوفان آیا کہ اس طوفان نے اپنے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کی اہنی دیوار اور گنگا جمنی تہذیب کی پر امن فضا کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا۔ شہر سے لیکر گاؤں تک قتل و غارت گری، آگ زنی، نسل کشی، کا ایسا بازار گرم ہوا کہ اس کی آنچ سے نہ کوئی نوجوان بچ سکا نہ ہی کوئی بوڑھا۔ نہ عورت محفوظ رہ سکی اور نہ ہی کوئی بچہ۔ ہر سو نفرت کی آندھی تھی مہا پنچایت میں فرقہ پرستوں نے نفرت و عداوت کا ایسا پاٹھ پڑھایا کہ آٹا فانا مار کاٹ شروع ہو گئی۔

ایک اردو اخبار لکھتا ہے کہ ”حیوانیت کا ننگا ناچ منظر نگر کے ڈاکٹروں کا دل دہلا گیا“ فساد کے دوران جس طرح کے کیس ان کے سامنے آئے وہ ان کی روح تک جھنجھوڑ گئے اسپتال کے ایک ڈاکٹر نے افسوس کرتے ہوئے بتایا کہ شاملی کے پھوگانہ شہر میں ایک ہی خاندان کے چار لوگوں کو بڑی سفاکی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ ان لوگوں کو مار کر دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ پولس والے ان لاشوں کو دو حصوں میں ہمارے پاس لائے یعنی دھڑ الگ اور ٹانگیں الگ۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو کلہاڑیوں سے کاٹا گیا تھا ان میں ایک عورت بھی تھی۔ جس کے چہرے کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ایک دوسرے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ ایک چھوٹے سے بچے کی لاش کو کلہاڑی سے کئی ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ٹکڑوں کی شکل میں لائی گئی اس لاش کو دیکھنے کے بعد میں کئی روز کھانا نہ کھا سکا بار بار مجھے اس بچے کا

نظر وہ ان لوگوں کی سلامتی کیلئے کسی کی پرواہ کئے بغیر آگے آیا۔ وریندر سنگھ نے ان ڈرے سہے مسلمانوں کو شہر پسندوں سے بچانے کیلئے اپنے گھر پر اور دیگر محفوظ جگہوں پر پناہ دی اور ان سب کے لئے اپنی جیب خاص سے کھانے پینے کا بھی انتظام کیا۔ ہنگامے اور تشدد کی خبر کے بعد جب علاقے میں فوج گشت پر آئی تو انہوں نے ان تمام مسلمانوں کو فوج کی نگرانی میں محفوظ مقام پر پہنچایا اس دوران فوج کے افسران نے بھی وریندر سنگھ کی سوجھ بوجھ اور انسانیت نوازی کی تعریف کی۔

ایک سنسنی خیز انکشاف: مظفرنگر میں جو کچھ ہوا وہ ہونی یا انہونی کے تحت نہیں ہوا بلکہ ایک منظم سازش کے تحت ہوا۔ مسلم کش پلان کے تحت ہوا۔ سنگھ پر یوار کے لوگ یوپی میں جو زہر پھیلا رہے ہیں وہ مستقبل قریب میں ایک مظفرنگر میں ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کا اسی طریقے سے قتل عام ہوگا۔ پہلے یہ لوگ گاؤں کشتی اور مسلم آتنک کے نام پر فضا خراب کرتے تھے مگر اب لو جہاد کا شوشہ چھوڑ کر فضا گرم کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کہنا ہے کہ مسلمان لڑکے جان بوجھ کر ہندو لڑکیوں کو اپنی محبت کے جال میں پھنسا رہے ہیں اور پھر شادی کر کے انہیں بچہ پیدا کرنے کی مشین بنا رہے ہیں اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ کر کے ملک پر قبضہ کرنا ہے۔ اس تعلق سے حال ہی میں ’دی ہندو‘ انگریزی روزنامہ میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ For V.H.P. western UP. is its lab to fight love jihad. اخبار کے نمائندے پر شانت جھانے رپورٹ تیار کی ہے۔ جس کے مطابق وشو ہندو پریشد کے جنرل سکریٹری چندر موہن شرما کا دعویٰ ہے کہ خوبصورت مسلمان لڑکے جو مدرسوں کے تربیت یافتہ ہیں مغربی یوپی میں ہندو لڑکیوں کو پھنسا رہے ہیں۔ ان کے مطابق یہ سب منظم سازش کے تحت ہو رہا ہے۔ کہ پہلے خوبصورت اسماٹ مسلم لڑکوں کو منتخب کیا جاتا ہے۔ پھر انہیں اچھے ڈریس پہنائے جاتے ہیں۔ موبائل اور بانیک دی جاتی ہے اور انہیں

جسبی تو گاؤں کے گاؤں ویران ہو گئے اور لوگ گھر بار چھوڑ کر محفوظ جگہ کی تلاش میں نکل پڑے۔ جو آج کیمپوں میں پناہ گزیں ہیں۔ مذکورہ باتیں تو فرقہ پرست ہندوؤں سے متعلق تھیں سازش اور طے شدہ پروگرام کے تحت انہیں ایسا کرنا ہی تھا کہ مسلمان دہشت زدہ ہو جائے اور آریس ایس کا پلان کامیاب ہو جائے۔ اب میں ان حفاظتی دستہ کی بات تحریر کر رہا ہوں جنہیں پولیس اور پی اے سی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے انہیں خاص طور پر حفاظت کیلئے حکومتی سطح پر بھیجا جاتا ہے ان کے بھی کالے کرتوت ان ظالموں سے کم نہیں۔ جیلہ خاتون نام کی ایک عورت نے اخباری نمائندے کو بتایا کہ پولیس ان کے گھر میں گھس کر عورتوں و بچوں کو مارا مسلمانوں کو گالیاں دیں۔ الماریوں کے تالے توڑ کر سامان زیور لوٹا گیا۔ ان کے گھر سے پولیس ۶ بچوں کو پکڑ کر لے گئی۔ یہ بچے دہرادون میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور گھر آئے ہوئے تھے۔ ایک خاتون نے اخبار والوں سے کہا کہ پولیس نے ان کے اپاہج بیٹے امداد کو بھی مارا۔ امداد کا نچلا دھڑ بالکل بے کار ہے عورتیں اس کو بچانے کیلئے اس پر جھک گئیں اور پولیس کی لاٹھیاں اپنے جسم پر لیں انہوں نے مزید کہا کہ ہمارے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا گیا۔

انسانیت ابھی باقی ہے: جہاں یہ سب کچھ ہوا اور انسانیت کی چادر کو تار تار کیا گیا وہیں پر ایک ہندو جس کا نام وریندر سنگھ ہے اس نے ایک سو پچاس مسلمانوں کی جان بھی بچائی۔ جہاں سڑکوں پر انسانیت کا کھلے عام قتل عام ہوا۔ ہاتھ ہی میں نہیں آنکھوں میں بھی نفرت کے خنجر نظر آئے وہیں امن پسند ایک انسان نے انسانیت کی ایک نئی عبارت تحریر کر دی۔ اخباری بیان کے مطابق مظفرنگر میں فساد بھڑکنے کے بعد کھڑ گاؤں کے سیکڑوں مسلمانوں کو اپنی حفاظت کی فکر ہوئی چاروں طرف کھرام مچنے کی وجہ سے یہاں کے مسلمانوں (جن میں عورتوں اور بچوں کی اکثریت تھی) نے نقل مکانی کا ارادہ کر لیا تھا لیکن ان کا گاؤں سے باہر نکلنا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ایسے میں وریندر سنگھ کے اندر انسانیت کا جذبہ بیدار ہوا انسانیت کے پیش

خطرے میں ہے۔ بلکہ مستقبل قریب میں ہندوؤں کا وجود ہندوستان میں خطرے میں پڑ جائیگا۔ اس طرح کی اشتعال انگیزی کر کے فرقہ پرستوں نے مظفرنگر کو گجرات بنادیا۔ اگر حکومت نے اس بے بنیاد بات کی اور وشو ہندو پریشد کی من گڑھت فرضی داستان بنانے کی سی بی آئی جانچ نہیں کرائی تو پھر یوپی کا دوسرا شہر مظفرنگر بن جائے گا اس لئے میں مرکز اہلسنت بریلی شریف سے صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت سے اپیل کرتا ہوں کہ مظفرنگر کے فساد اور وشو ہندو پریشد کی خیالی تحریک کی سی بی آئی جانچ کرا کر مجرموں کو کیفر و کردار تک پہنچائے ورنہ پھر ہندوستان میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی اور اس کی پوری ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔

(صفحہ ۳۷ کا بقیہ ملاحظہ فرمائیں)

ہم عسروں میں بہت سارے محدثین و فقہاء تھے، زیادہ تر فقہاء درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ مگر تاریخی حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار امام اعظم ابو حنیفہ سب میں ممتاز و منفرد، علوم و فنون میں سب سے فائق اور مرجع خلاق تھے۔ خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے رہنے والے تھے، تدوین حدیث کیلئے ائمہ حدیث کا بھی کثرت سے کوفہ میں آنا جانا تھا، دیگر بلاد کے کچھ علماء کوفہ میں آکر رہائش پذیر ہو گئے تھے، اس اعتبار سے کوفہ کو ایک طرح کی مرکزیت حاصل بھی لہذا یہ بات بعید از قیاس ہے کہ کہ سرکار امام اعظم کوفن حدیث میں درک حاصل نہ ہو حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث و فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمایاں فوقیت و خصوصیت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ جس حدیث سے آپ فقہی استدلال کرتے وہ ہر جہت سے قوی اور صحیح تر ہوتی۔ امام اعظم اہل کوفہ اور اوران کے معیار علم کو جانتے تھے۔ کبھی کبھی امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی حدیثیں لے آتے جو بظاہر ان کے مذہب کی تائید و تقویت میں ہوتیں مگر آپ انہیں قبول نہیں کرتے اور فرماتے کہ اے ابو یوسف میں کوفہ والوں کو خوب جانتا ہوں۔ حسن بن صالح سے مروی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نسخ و منسوخ احادیث کو بکثرت تلاش کرتے اور آپ اہل کوفہ کی تمام احادیث کا علم رکھتے تھے۔ لوگوں کا جس امر پر اتفاق تھا آپ اس کی سختی سے پیروی کرتے اور آپ ان سب حدیثوں کے حافظ تھے جو آپ کے شہر والوں کو پہنچی تھیں۔ (الخیرات الحسان صفحہ ۹۷ کراچی)

کسی گز لڑکالج کے گیٹ پر ہندو لڑکیوں پر ڈورے ڈالنے کیلئے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ ان لڑکوں کے عوامی قسم کے نام مثلاً سونو۔ راجو، مونو، وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ یہ لڑکیاں ابتدا میں تو ان لڑکوں کو نظر انداز کرتی ہیں مگر پھر رفتہ رفتہ انکی طرف مائل ہونے لگتی ہیں اور ان کے پیار میں گرفتار ہونے لگتی ہیں وشو ہندو پریشد کے لیڈر کی نظر میں اس جہاد کو کہتے ہیں ”پیاریں پھنسنا“ جبکہ اس دعوے کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صرف ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا ایک اہم شوشہ ہے۔ مغربی یوپی میں وشو ہندو پریشد نے باقاعدہ طور پر لو جہاد کے خلاف تحریک چلانے کی مہم شروع کر دی ہے وشو ہندو پریشد والوں نے اس سلسلے میں اعداد شمار بھی جمع کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ ”دی ہندو“ کی رپورٹ کے مطابق وشو ہندو پریشد کے لیڈر نے رپورٹر کو مبینہ پولیس ریکارڈ دکھایا جس کے تحت سو لڑکیاں جن میں ۹۵ ہندو ہیں مسلم لڑکوں کے ساتھ جا چکی ہیں حالانکہ ہندو لڑکوں کے ساتھ مسلم لڑکیوں کا جانا شاذ و نادر ہوتا ہے وشو ہندو پریشد کے لیڈر کے مطابق یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ مسلم لڑکے لو جہاد کی سازش کر رہے ہیں۔ تاکہ مسلم آبادی میں اضافہ ہو اس کیلئے ہندو لڑکیوں کا مشین کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لہذا وشو ہندو پریشد اب بہو بیٹیوں کی عزت بچانے کیلئے آگے آرہا ہے۔

مظفرنگر کا فساد اسی سازش کا ایک حصہ ہے: مظفرنگر میں فسادات سے قبل جو مہا پنچایت ہوئی تھی یہ اسی سازش کا نتیجہ تھا۔ یہاں پنچایت کے بعد فرقہ پرست ہندوؤں کا مسلمانوں کے گھروں کو اور مسجدوں کو نذر آتش کرنا اور بے رحمی کیساتھ کنبے کے کنبے کو مار کر نام و نشان مٹا دینا یہ اسی سازش کا پیش خیمہ ہے مظفرنگر میں ان فرقہ پرست ہندوؤں نے آزمائش کے طور پر ایک ٹیلر دکھایا ہے اور یہ ابتدائی مرحلہ ہے۔ وشو ہندو پریشد کی تحریک کی تائید مہا پنچایت کی کارکردگی سے بھی ہوتی ہے کیونکہ مہا پنچایت میں فرقہ پرستوں نے اس مسئلے کو اٹھا کر اشتعال انگیزی کی کوشش کی تھی۔ اس پنچایت میں عام ہندوؤں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ نہ صرف ان کی عزت و آبرو

اعلیٰ حضرت کے فرزند نسبی۔ علامہ حسنین رضا ایک تعارف

از: علامہ نسیم احمد صدیقی نوری پاکستانی

حضرت کثیر البرکت رضی اللہ عنہ نے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں دارالعلوم منظر اسلام قائم فرمایا، تو اس دارالعلوم میں دونوں متذکرہ نوجوان محمد مصطفیٰ رضا، حسنین رضا کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت کے تین تلامذہ مزید، ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی اور مولانا نواب مرزا بریلوی، ان پانچوں تلامذہ سے دارالعلوم منظر اسلام کا آغاز ہوا۔ ”دارالعلوم منظر اسلام کی خشت اول“ کے حوالے سے، معمار ملت حضرت علامہ مولانا شبیہ قادری پوکھر بہاری لکھتے ہیں۔

”بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نشست گاہی جامعہ ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں بیٹھ کر اعلیٰ حضرت نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام غزالی کے مشرب اور مذہب کے ترجمان اور شارح بن کر ہزاروں ذروں کو شہ پارہ علوم و فنون میں تبدیل کر کے آفتاب عالم تاب بنادیا۔ جیسے مولانا سلطان احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ ذخیرہ بریلی شریف، جناب حجت الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جناب مولانا یقین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملوک پور، مولانا عبدالکریم محلہ ذخیرہ، جناب مولانا منور حسین بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جناب مولانا سید غلام محمد صاحب بہاری، محدث اعظم ہند جناب مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم جب ایسے ایسے علمی اور فنی جواہر پارے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت نے اپنی نشست گاہ ہی سے پیدا فرمادیئے تو اس لئے آپ کسی دارالعلوم کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے تھے۔

رند جو ظرف اٹھالے وہی پیمانہ بنے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہی میخانہ بنے
فیضان علوم محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے تشنہ علم،
ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ مزید سیرابی علم کیلئے اعلیٰ

علامہ حسنین رضا: حضرت علامہ و مولانا حسنین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چودھویں صدی کے عنفوان شباب اور بیسویں صدی کے ابتدائی تین عشروں کے دوران یوپی تا مہاراشٹر ممتاز و مقتدر عالم و فاضل اور ادیب و کامل کی حیثیت سے معروف رہے ہیں۔ ۱۹۲۰ء تا ۱۹۳۰ء فتنہ ارتداد میں مبلغ اسلام اور مصلح دین کی حیثیت میں جغرافیائے ہند کے طول و عرض میں اسلامی بھائیوں اور بہنوں کا دین محفوظ رکھنے کیلئے طوفانی دورے کیے، متعصب اور مسلح ہندوؤں کے جتھوں سے بے خوف و خطر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے اور خانوادہ اعلیٰ حضرت کا نام روشن کیا۔

سن پیدائش و نسبی تعارف: حضرت مولانا حسنین رضا خاں ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منجھلے بھائی، حضرت مولانا حسن رضا خاں اور فرزند اصغر مولانا فاروق رضا خاں تھے۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے تایا زاد بھائی، سیدی سندی مرشدی مولائی، بلجائی و متاعی حضور مفتی اعظم فقیہ عالم محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف چھ ماہ بڑے تھے اور علوم دینیہ کی تحصیل میں دونوں عم زاد ہم سبق رہے ہیں۔ رسم بسم اللہ خوانی کے بعد گھر ہی میں حصول تعلیم میں مصروف و مشغول ہوئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فرزند اصغر مفتی اعظم کو پڑھانے کے ساتھ اپنے برادر زادہ و فرزند نسبی (اعلیٰ حضرت حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر، حضرت مولانا حکیم حسین رضا خاں سے، اپنی تیسری دختر ”کنیز حسین“ کا عقد مسنون اور چوتھی دختر ”کنیز حسنین“ کا نکاح حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تھا) دونوں کو ایک ساتھ تعلیم دی مگر جب ان دونوں کی عمریں بارہ برس ہو گئیں، تو اعلیٰ

حضرت کے حضور تشریف لائے تو دیکھا کہ اعلیٰ حضرت کی دہلیز پر علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

یک حرف بیش نیست سراسر حدیث شوق
ایک طرفہ ترکہ ہیچ بہ پایاں نمی رسد

اس وقت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن کا یہ وارہ کتنا حسین ہوگا کہ اے کاش! اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ایک بے مثال ادارہ دینی بنام دارالعلوم کا وجود بریلی شریف میں ہو جاتا جہاں سے سارے عالم پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا فیضان علم برستا رہے۔

حافظ! تاروز آخر شکر ایں نعمت گزار
کاں ضم از روز اول داروۂ درمان ماست

ملک العلماء نے تصور دارالعلوم کے اس وارہ کو حضرت حجتہ الاسلام خلف اکبر اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جناب سید امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سمع رسانی کرادی۔ اور جناب سید امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں گزارش کی کہ حضرت! اگر آپ نے مدرسہ کا قیام نہیں فرمایا تو بدعتیہ لوگوں، دیوبندیوں، وہابیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور میں قیامت کے دن شفیع المذنبین ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کر دوں گا۔ ایک آل رسول کی زبان سے یہ سنتے ہی امام احمد رضا لرزہ بر اندام ہو گئے اور یہ فرمایا کہ سید صاحب! آپ کا حکم بسرو چشم منظور ہے۔ مدرسہ قائم کیا جائے گا۔ اس کے پہلے ماہ کے سارے اخراجات میں خود ادا کر دوں گا پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کی ذمہ داری لیں۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر جلد اول، صفحہ ۶۹-۷۰)

قارئین محترم! فقیر راقم الحروف یہاں واضح کرنا چاہتا ہے کہ حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا مادر علمی دارالعلوم منظر اسلام کے قیام ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء سے قبل ایک مدرسہ تھا جو کوٹھی رحیم داد خاں واقع محلہ گلاب نگر، بریلی میں ”مدرسہ اہل سنت“ کے نام سے، ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۴ء تا ۱۲۸۶ھ ۱۸۷۰ء کے درمیانی عرصہ میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ مدرسہ اعلیٰ حضرت کے والد گرامی اور فقیر راقم الحروف کے مدد و محترم حضرت مولانا

حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے جد کریم اتقی الفاضل و اتقی الکامل حضرت استاذ الاساتذہ، سند الفقہاء مولانا اتقی علی خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائم فرمایا تھا، لیکن افسوس کہ گزشتہ ڈیڑھ صدی سے مساجد و مدارس اہل سنت پر قبضہ کرنے والے فسادی ٹولے (جس کے اول بانی احسن نانوتوی اور دوسرے فسادی قاسم نانوتوی تھے) کے شریر اور بدعتیہ احسن نانوتوی نے پہلے عید گاہ پر قبضہ کیا ازاں بعد مولانا اتقی علی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ کے مقابل ۱۲۸۹ھ ۱۸۷۲ء میں ”مدرسہ مصباح التہذیب“ قائم کر کے عمائدین شہر کہنے کے عطیات اپنے دامن طمع میں بھرنا شروع کر دیئے، لیکن بہت جلد بریلی کے صاحبان ثروت پر حقیقت آشکارا ہوئی، جس کے نتیجے میں ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء مصباح التہذیب مدرسہ ختم ہو گیا۔ تاہم حضرت علامہ مولانا اتقی علی خاں بریلی رحمۃ اللہ علیہ تشنگان علوم کو مسجد اور گھر میں سیراب کرتے رہے۔ اور اسی طریقہ پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ بھی عامل رہے۔ تا آنکہ! حجتہ الاسلام (فرزند اکبر)، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری اور سید امیر احمد صاحب کی ایماء و اصرار پر ”دارالعلوم منظر اسلام“ ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء میں قائم کیا گیا۔

جامعہ رضویہ منظر اسلام کے پہلے سال میں متعلمین وہی تھے جو مختلف کتب متوسطات کے طلبہ براہ راست اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت علامہ مولانا رحمہ الہی منگھوری اور علامہ ظہور الحسین فاروقی رامپوری سے درس لے رہے تھے۔ ان طلبہ میں ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری (مجر ضلع پٹنہ، بہار) حضرت مولانا عبدالرشید عظیم آبادی (کوپاں ضلع پٹنہ، بہار) حضرت مولانا سید عزیز غوث (بریلی - یوپی) حضرت مولانا محمد حسنین رضا قادری (رضا نگر، سوداگران بریلی - یوپی) حضرت مولانا ابوالفیض غلام محمد بہاری (بہار شریف) حضرت مولانا ظہیر الدین اعظمی (اعظم گڑھ - یوپی) حضرت حفیظ احمد اعظمی (اعظم گڑھ - یوپی)، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ ابراہیم (بلیا - یوپی)، حضرت احمد عالم رجہتی، حضرت مولانا عظیم اللہ مچھلی شہر، حضرت مولانا نعمت اللہ نواکھالی، حضرت مولانا صدیق احمد نواکھالی اور سیدی سندی مرشدی متاعی طجائی و مولائی حضرت مفتی اعظم فقیہ علامہ مصطفیٰ رضا قادری نوری (رضا نگر، محلہ سوداگران، بریلی، یوپی) شامل تھے۔ یہ تمام طلبہ گرامی ہم سبق نہ تھے، بلکہ مختلف کتب پڑھتے تھے۔ لہذا متذکرہ طلبہ میں سے بعض کی دار

۳۔ اشاعت ۲۵/صفر/المظفر ۱۴۱۵ھ/اگست ۱۹۹۴ء کے مطالعہ سے منظر اسلام کے زیر تعلیم طلبہ کے جو اسمائے مبارکہ سامنے آئے وہ مندرجہ ذیل ہیں ان میں سے اکثر وہ حضرات ہیں جنہوں نے عہد رضا ہی میں منظر اسلام سے فراغت پائی تھی۔

۱۔ ملک العلماء علامہ ظفر الدین احمد رضوی بہاری، مجرا ضلع پٹنہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

۲۔ مولانا عبدالرشید عظیم آبادی، کوپاں ضلع پٹنہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

۳۔ مولانا سید عزیز غوث بریلوی، یو۔ پی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

۴۔ مولانا ابوالفیض غلام محمد بہاری ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

۵۔ مولانا مفتی نواب مرزا بریلوی سابق مفتی دارالافتاء بریلی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

۶۔ مولانا ظہر الدین، اعظم گڑھ، یو پی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

۷۔ مولانا حفیظ احمد۔ اعظم گڑھ، یو پی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

۸۔ مولانا نعمت اللہ نواکھالی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

۹۔ مولانا صدیق احمد نواکھالی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

۱۰۔ مولانا عظیم اللہ مچھلی شہر ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

۱۱۔ مولانا احمد عالم رحمتی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

۱۲۔ مولانا مفتی ابراہیم بلیاوی، یو پی ۱۹۰۸ھ

۱۳۔ مولانا محمد مصطفیٰ رضا قادری، رضا نگر سوداگران۔ بریلی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء

۱۴۔ مولانا محمد حسنین رضا قادری، رضا نگر سوداگران بریلی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء

۱۵۔ مولانا سید فتح علی شاہ قادری کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء

۱۶۔ مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ضلع ہزارہ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء

۱۷۔ مولانا اکبر حسن خاں رامپوری مصطفیٰ آباد ریاست رامپور یو پی۔ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء

۱۸۔ مولانا محمد برہان الحق جبلپور ایم پی ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء

۱۹۔ مولانا عبدالواحد رضوی گڑھی کپورہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

۲۰۔ مولانا حشمت علی رضوی حشمت نگر پبلی بھیت یو پی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

العلوم منظر اسلام کے قیام کے ایک سال بعد اور بعض طلبہ دو اور چار سال بعد فارغ التحصیل ہوئے، نیز اس عرصہ میں دارالعلوم کے قیام اور داخلہ کی اطلاعات ”اخبار بدبہ سکندری“ میں مشہور ہونے کے باعث مختلف بلاد و امصار سے طلبہ کی آمد شروع ہوئی۔ فقیر راقم السطور کے محترم قارئین کے ذوق مطالعہ کے لئے دلچسپی سے خالی یہ امر نہ ہوگا کہ! جامعہ رضویہ منظر اسلام کے قیام کے بعد جو علوم اسلامیہ (عقلیہ و نقلیہ) پڑھائے جارہے تھے، ان سے متعلق ماہر رضویات و ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ تحریر ملاحظہ فرمائیں۔ ”دارالعلوم کا نصاب امام احمد رضا نے اجل علماء کی معاونت و مشوروں سے خود ترتیب دیا تھا، تعلیمی معیار کا اندازہ ان کتب تفسیر، احادیث و فقہ سے لگایا جاسکتا ہے جو دارالعلوم منظر اسلام کی اس سند حدیث میں مذکورہ ہیں جو امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات میں جاری ہوئی تھی، راقم کے سامنے وہ سند فراغت ہے جو حضرت علامہ عبدالواحد رضوی ابن مولانا غازی الدین ساکن گڑھی کپورہ (پیشاور، پاکستان) کو ۲۰/رازی الحجہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء کو امام احمد رضا کی حیات میں جاری ہوئی تھیں۔ اس پر علامہ مولانا حامد رضا خاں صاحب نے بحیثیت مدیر اور علامہ مولانا رحمہ اللہ، اور علامہ مولانا ظہور حسن فاروقی نقشبندی المجد دی نے بطور مدرس، دستخط فرمائے ہیں۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں ”صحاح ستہ“ کے علاوہ دیگر تمام مشہور کتب حدیث، مسانید، معاجم اور شروح کا ذکر ہے۔ جو دارالعلوم میں پڑھائی جاتی تھیں۔ مجموعی طور پر ۳۰ علوم کا ذکر ہے۔ جو اس دارالعلوم میں پڑھائے جاتے تھے۔ اور جس کی سند علامہ عبدالواحد رضوی صاحب کو بعد فراغت جاری کی گئی تھی۔ (ڈاکٹر محمد مسعود احمد ”حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی“ مطبوعہ ممبئی صفحہ ۱۱۹، بحوالہ ”ماہنامہ اعلیٰ حضرت“ کا صد سالہ منظر اسلام نمبر صفحہ ۳۹)

حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی رامپوری مدظلہ العالی، منظر اسلام کے سالانہ جلسوں کی روداد نقل کرتے ہوئے، اس امر کی بھی تحقیق انیق فرماتے ہیں کہ منظر اسلام میں سب سے پہلے فارغ ہونے والے اور دستار علیت و فضیلت کی خلعت فاخرہ سر پر سجانے والے فضلاء و علماء کون تھے؟ چنانچہ مفتی سید شاہد علی صاحب رقم طراز ہیں

”فتاویٰ رضویہ از جلد اول تا دوازدہم، مطبوعہ رضا آفیسٹ ممبئی

۱۹۔ حضرت علامہ عبدالاحد حنفی
 ۲۰۔ حضرت علامہ عبید اللہ حنفی کانپوری
 ۲۱۔ حضرت علامہ سید شاہ محمد اشرف کچھوچھوی
 ۲۲۔ حضرت علامہ سید محمد حمد اللہ صاحب پشاور
 ۲۳۔ حضرت ولی نعمت محمد یار خاں بہاولپوری۔ رحمہم اللہ جمعین
 جامعہ رضویہ منظر اسلام کے طلبہ کی استعداد و قابلیت علی وجہ
 البصیرت نہایت ارفع و اعلیٰ ہونے کی اسناد عظیم، متذکرہ عبقری صفات علماء
 و مشائخ کے دستخط و مواہیر سے مزین ہو کر جاری کی جاتی تھیں۔ خانوادہ
 اعلیٰ حضرت کے دو طالب علموں میں ایک تو فقیر راقم الحروف کے سرتاج و
 مرشد گرامی ہیں، جبکہ دوسرے شاہزادے حضرت علامہ حسنین رضا خاں
 فقیر کے ممدوح محترم ہیں۔ ان دونوں کے امتحان کے حوالے سے ممتحن کی
 رائے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

”طلبہ نے امتحان بہت عمدہ و اعلیٰ درجہ کا دیا، کل نظم و نسق
 مدرسہ اور طرز تعلیم و طریقہ درس و تدریس نہایت فائق و شائستہ ہے۔ اور
 مدرسین و طلبہ ہر طرح پر قابل آفرین، و تحسین ہیں۔ فارسی کتب درسیہ اور
 ہدایۃ النخو، کافیہ، شرح جامی، ایسا غوجی، شرح تہذیب، قطبی، ملا حسن،
 حمد اللہ، شرح وقایہ، ہدایہ، نور الانوار، شفاء شریف، وغیرہ کتب زیر درس
 میں جو مقام طلبہ کے سامنے امتحاناً پیش کئے گئے۔ عبارتیں صحیح پڑھ کر
 مقاصد کتاب و مطالب عبارات کو بعض طلبہ نے معاً بعض نے تامل معقول
 طور پر اچھی طرح بیان کیا خصوصاً میاں مولوی مصطفیٰ رضا خاں اور میاں
 مولوی حسنین رضا خاں نے جس عمدگی، خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ
 نہایت بلند مرتبہ کا شاید و باید محققانہ امتحان دیا۔ حق تو یہ ہے کہ وہ انہیں کا
 حصہ تھا۔ بارک اللہ فی علمہا و فہمہما، اتنی قلیل مدت میں اس
 مدرسہ کا ایسا نمایاں عالی مقام اور طلبہ کا فی استعداد آپ ہی اپنا نظیر اور روشن
 دلیل انتقاد ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر و برکت اور روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔
 (المرجع السابق ص ۲۵۵) دستخط (حضرت عید الاسلام علامہ عبد السلام
 جیلپوری رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب نے معقولات کی چند
 کتب، مناظر اہلسنت حضرت علامہ ہدایت رسول صاحب رامپوری سے
 بھی رامپور جا کر پڑھیں۔ نیز قطب الارشاد حضرت علامہ مفتی ارشاد حسین

۲۱۔ مولانا حامد علی فاروقی ضلع پرتاب گڑھ یوپی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء (مولانا
 سید شاہد علی رضوی، ”عہد رضائین منظر اسلام کے سالانہ جلسے“ ماہنامہ اعلیٰ
 حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر: اول ۲۴۴)
 قارئین محترم! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ جن طالبین نے تحصیل علم کی تکمیل
 کے بعد سند فراغت حاصل کی۔ ان میں ہمارے ممدوح محترم علامہ حسنین
 رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ جو ۱۳۴۷ھ/۱۹۰۹ء میں اپنے تاپا
 زاد بھائی اور ہم سبق حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے
 ساتھ تیس علوم سے آراستہ اور مرصع ہوئے۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام
 میں اکابر اور مقتدر علماء و محدثین بطور معائنہ یا ممتحن تشریف لاتے رہے
 ہیں۔ سطور ذیل میں تشریف لانے والے علمائے کرام کے اسمائے گرامی
 خامہ راقم کے لئے حق نویسی کی ضمانت اور حاملین مطالعہ کی باصرہ نوازی و
 فراست نوری کا باعث ہوں گے۔

- ۱۔ سند المحدثین حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی
- ۲۔ سراج الفقہاء حضرت مولانا محمد سلامت اللہ نقشبندی رامپوری
- ۳۔ حضرت قاری بشیر الدین جیلپوری
- ۴۔ عید الاسلام حضرت شاہ عبدالسلام جیلپوری
- ۵۔ صدر الافاضل حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی
- ۶۔ فخر السادات حضرت شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی
- ۷۔ پروفیسر حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری
- ۸۔ حضرت علامہ محمد اکرام الدین بخاری، مسجد وزیر خاں لاہور
- ۹۔ حضرت علامہ قاضی محمد احسان الحق بہرائچی
- ۱۰۔ حضرت علامہ محمد یعقوب خاں صاحب بلاسپوری
- ۱۱۔ حضرت شاہ غلام نور الحسنین صاحب رامپوری
- ۱۲۔ حضرت شاہ غلام جیلانی سجادہ نشین بانسہ شریف
- ۱۳۔ حضرت علامہ شاہ محمد عمر صاحب حید آبادی
- ۱۴۔ حضرت علامہ عبدالمقتدر بدایونی
- ۱۵۔ حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ الوری
- ۱۶۔ حضرت علامہ ہدایت الرسول قادری حنفی رامپوری
- ۱۷۔ حضرت علامہ سید خواجہ احمد صاحب رامپوری
- ۱۸۔ حضرت علامہ محمد اسماعیل حنفی

افسران، امیر و غریب غرض یہ کہ ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ جو آپ کے علم و فضل کے دل سے معترف تھے اور آپ کا ادب و احترام پوری طرح ملحوظ رکھتے تھے، ان کی نشست گاہ پر صبح سے لے کر شام تک مقامی و بیرونی لوگوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

آپ کی مجالس اور ذہانت: آپ سے ملنے والوں میں ذاتی احباب کے علاوہ ضرورت مند بھی کثیر تعداد میں ہوتے تھے۔ ہمہ وقت مجلس گرم رہتی تھی موضوعات پر گفتگو ہوتی لیکن کبھی غیر مہذب و ناشائستہ گفتگو نہ فرماتے انداز گفتگو پیارا اور دلپذیر ہوتا اور بات اتنی ٹھوس فرماتے کہ مخاطب کے دل میں اتر جاتی اور وہ مطمئن ہو جاتا، طبیعت اتنی مرجان مرغ اور شگفتہ پائی تھی کہ کیسا ہی مغموم و متفکر انسان آپ کے پاس آتا لیکن تھوڑی ہی دیر میں سارا رنج و غم بھول جاتا۔ ہر ماحول میں اپنے لئے گنجائش پیدا کر لینا اور بروقت و برجستہ دماغ سے ایسی بات نکالنا کہ جو پورے ماحول پر اثر انداز ہو اس میں کمال حاصل تھا۔ غرض یہ کہ بر محل گفتگو حاضر دماغی اور ذہانت بلا کی پائی تھی۔ شیخ الادب حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی نے (انہیں بھی حضرت سے فخر تلمذ حاصل تھا) والد ماجد کی ذہانت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا کہ جس زمانے میں حضرت درس دیتے تھے معقولات کی بڑی بڑی کتابیں آپ کے پاس رہا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا کہ کسی ضرورت سے باہر تشریف لے جاتے ہفتہ عشرہ بعد شب میں واپس ہوتے اور صبح کو بغیر مطالعہ کئے درس گاہ میں تشریف لے آئے اور پڑھانا شروع کر دیا۔ مشکل سے مشکل سبق ہوتا، طلبہ جو اس وقت محنتی اور ذہین ہوتے تھے۔ ہر طرف سے اعتراضات کی بوجھاڑ کرتے اور آپ سب کو یکے بعد دیگرے مسکت اور تسلی بخش جواب دیتے تھے۔ دوران سبق محسوس نہ ہونے دیتے کہ بغیر مطالعہ پڑھا رہے ہیں۔ (ماخوذ ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۸۱)

سماجی خدمات: مسلمانوں اور بالخصوص غریب مسلمانوں سے آپ کو ہمیشہ قلبی تعلق اور گہرا لگاؤ رہا۔ جہاں امر اور ووسا آپ کی محفل میں ہوتے وہاں بہت سے ضرورت مند غریب بھی بیٹھے نظر آتے، کسی کو نوکری کی تلاش ہے، کسی کو امداد چاہئے، کوئی اپنے مقدمہ میں آپ کی سفارش کا طلبگار ہے، کسی کو اسکول یا کالج میں بچے کی فیس معاف کرانا ہے۔ غرض یہ کہ ہر قسم کی ضرورتیں لے کر لوگ آپ کی خدمت میں آتے رہتے اور کوئی

راہپوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں بھی شریک ہو کر مستفاد ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ، اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ علامہ حسنین رضا منظر اسلام میں مدرس: حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مادر علمی میں بحیثیت مدرس خدمت سرانجام دیتے رہے۔ بحیثیت مدرس تقرر کے لئے سفارش اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمائی تھی اور تقرر حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ حضرت علامہ حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے معروف تلامذہ میں شیر پیشہ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں، حضرت مولانا ابرار حسن صدیقی تاہری، مولانا حامد علی رائے پوری، مولانا سردار علی خاں عرف عز و میاں، مولانا ادریس رضا خاں، مولانا اعجاز ولی خاں اور مولانا تقدس علی خاں بریلوی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (ان سطور کو لکھتے وقت آج ۳۰ رجب المرجب ہے اور آج ہی حضرت استاذ العلماء مفتی تقدس علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مقدس ہے۔)

ماہنامہ الرضا کا اجرا: جامعہ رضویہ منظر اسلام میں تدریسی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ساتھ بریلی شریف سے ایک ماہنامہ ”الرضا“ جاری کیا۔ یہ ماہوار جریدہ بہت معروف ہوا، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں اس کے متعدد شمارے شائع ہوئے۔ جغرافیائے ہند کے بلاد و اصمار میں بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا تھا۔

تبلیغی کارنامے: حسنی پریس کی نگرانی اور اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی اشاعت کی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے پورا کرتے تھے۔ نیز حالت حاضرہ کے تحت مختلف فتنوں (تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، متحدہ قومیت، ندوہ تحریک، مرزائیت و قادیانیت، فتنہ وہابیت) کی بیخ کنی کے لئے اور اسلامیان ہند کے ایمان و عقائد کو بچانے کیلئے پمفلٹ، رسائل اور کتابچے شائع کر کے مفت تقسیم کرتے تھے۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سبطین رضا رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے کارناموں کو اختصار و اجمال سے یوں بیان کرتے ہیں۔

”جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی شاندار خدمات میں آپ کا نمایاں حصہ تھا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ جس میں علماء و مشائخ کے علاوہ شہر و بیرون شہر کے بہت سے رؤوسا و کلاء اور بیرسٹران نیز سیاسی لیڈر حکام اور اعلیٰ

الدین مراد آبادی کے قدم سے قدم ملا کر شدھی تحریک کے انسداد میں سر دھڑکی بازی لگادی۔ ہزاروں مسلمانوں کے ایمان کو بچایا۔ اور ان کی مدد کیلئے ”جماعت انصار الاسلام“ بھی قائم کی۔ مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تینوں بیٹوں کی نہایت اعلیٰ تربیت فرمائی، تینوں کو عالم دین بنایا، فرزند اکبر مخدوم ملت، امین شریعت حضرت مولانا سبطین رضا خاں مدظلہ العالی حیات ہیں، ان کی ولادت جمادی الاول ۱۳۴۶ھ / نومبر ۱۹۲۷ء میں ہوئی اس وقت ماشاء اللہ ۸۸ برس کی عمر شریف میں دنیائے سنیت کے لئے منبع برکات ہیں۔ منجھلے فرزند صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں قادری رضوی نوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت شریفہ ماہ شعبان ۱۳۴۹ھ / دسمبر ۱۹۳۰ء میں ہوئی، جبکہ آپ کا وصال جمعہ ۱۸ / رجب ۱۴۲۸ھ / ۲ اگست ۲۰۰۷ء کو ہوا۔ فرزند اصغر حضرت علامہ محمد حبیب رضا خاں قادری دامت برکاتہم و فیوضہم کی ولادت مبارکہ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ / اگست ۱۹۳۳ء میں ہوئی ۱۹۷۸ء سے مسند افتاء پر فائز ہیں۔

تصانیف: ۱۔ دشت کربلا ۲۔ نظام شریعت

۳۔ اسباب زوال ۴۔ سیرت اعلیٰ حضرت و کرامات

۵۔ وصایا شریف ۶۔ غیر مطبوعہ نعتیہ دیوان

آپ کے والد گرامی استاذ زمن شہنشاہ خن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نعتیہ شعر بہت معروف ہے۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور

تو پھر کہیں گے ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اسی مفہوم کو ادا کرتے ہوئے ایک نعت شریف کا مطلع یوں کہا ہے،

تری نعل مقدس جس کے سر پر سایہ گستر ہے

وہی فرمانروائے ہفت کشور ہے سکندر ہے

وصال با کمال: حضرت علامہ حسنین رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اکیانوے

(۹۱) برس کی عمر شریف میں، ۵ صفر ۱۴۰۱ھ / ۱۴ دسمبر ۱۹۸۰ء میں بروز اتوار

وصال پر ملال فرمایا، دوران غسل باواز بلند، زبان سے اسم جلال، ”اللہ“

ادا فرمایا۔ یہ روایت حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص سید

اعجاز رضوی صاحب نے بیان فرمائی۔ (موخوذ از سفر معراج)

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضرورت مند کسی وقت بھی آجاتا، آپ تمام ضروری کاموں کو پس پشت ڈال دیتے، پہلے اس کی سرگزشت سنتے اور اس کا کام کرنے کو تیار ہو جاتے، شہر اور اس کے نواح میں تمام گورنمنٹی و نیم گورنمنٹی، محکموں کچہریوں اسکولوں، کالجوں میں آپ کے جاننے والے آپ سے عقیدت و محبت رکھنے والے بے شمار لوگ موجود تھے، لہذا کسی کے نام سفارشی خط لکھ دیا، ضرورت محسوس کرتے، تو بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے، ضرورت مند نے اگر سواری کا انتظام کر لیا ہے، تو فہما! ورنہ اپنی جیب خاص سے کرایہ کی ادائیگی کر کے خود ہی سواری کا انتظام کر کے حاجتمند کو ساتھ لے گئے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ضعیف العمری کے باوجود پیدل تشریف لے جاتے۔ حاجتمندوں کے کام آنا، زندگی کا بہترین مشغلہ تھا، جو اس وقت تک جاری رہا، جب تک قوی میں تو انائی باقی رہی،۔ بلا مبالغہ سینکڑوں افراد کو ملازمتیں دلوا دیں۔۔۔ ناحق گرفتار ملزمان کو رہا کروادیا۔۔۔ جبکہ بعض کی سزائیں معاف کروادیں یا بعض کی سزائیں کم کروادیں۔ مسلمانوں کی آپس میں رنجشیں یا تنازعات و اختلافات میں صلح کرانے کے عمل حسن میں صبح تا نصف شب مشغول رہتے۔ مخلوق خدا کی بے لوث خدمت میں گھر کا قیمتی سامان بھی ایثار کرنے سے گریزاں نہیں ہوتے تھے۔ کوئی عاریتاً بھی سامان لیتا اور بعد استعمال واپس نہیں کرتا، تو آپ کبھی تقاضا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اشارتاً یا کنایتاً بھی توجہ دلواتے تھے۔ اس ضمن میں بقول مولانا سبطین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کہ میری والدہ (اپنی اہلیہ) کا زیور، ایک صاحب کے عرض کرنے پر ان کی اہلیہ کے استعمال کیلئے مستعار دیدیا، انہوں نے تاحیات واپس نہیں کیا، جبکہ آپ نے کبھی ان سے تقاضا نہیں کیا۔ اس سے بہتر آج کی دنیا میں ایثار و قربانی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔ احباب میں سے کبھی کسی کی معمولی سی دلکشی گوارا نہ فرمائی، آپ کی زندگی میں شاعر کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی کہ۔

خیال خاطر احباب چاہئے رہ دم

انیس ٹھیس نہ لگ جائے آگینوں کو

(ماخوذ ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۸۱)

دین سے محبت اور اولاد کی تربیت: دین پر خود بھی استقامت کے

ساتھ عامل رہے، نیز ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ کے پلیٹ فارم سے

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شانہ سے شانہ ملا کر اور مفتی سید نعیم

رمضان کے بعد نیکیوں کی بہاریں رخصت کیوں ہو گئیں؟

از: صادق رضا فاضل جامعہ اشرفیہ نزیل حال، ممبئی۔ موبائل 9619034199، EMAIL: sadiqraza92@gmail.com

یہاں ایک بڑا سوال یہ ہے کہ مسلمان اس پورے مہینے کے روحانی تجربات سے مستفید ہوتے ہیں، نماز و روزے کا اہتمام کرتے ہیں، نیکیاں کرتے ہیں اور نیکیوں کی ترغیب دیتے ہیں مگر جیسے ہی یہ مقدس مہینہ الوداع کہتا ہے تو ہم بھی تمام نیکیوں کو الوداع کہہ دیتے ہیں۔ علما تقریریں کرتے ہیں اور مصنفین کتابیں تصنیف کرتے ہیں کہ یہ مقدس مہینہ مسلمانوں کی دینی ٹریننگ اور روحانی تربیت گاہ ہے۔ ٹریننگ کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ تربیت گاہ سے اصول حیات سیکھ کر بقیہ زندگی اسی درس کے سائے میں گزارنی ہے مگر یہ کیسی تربیت ہے اور کیسا مربی اور کیسا تربیتی عمل کہ ایک مہینے کے بعد اس کے اثرات غور سے ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتے؟ اسلام کی کلیت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دین دراصل ظاہر و باطن میں حد فاصل کا نام ہے اس لیے کہ اخلاقی و روحانی قوتوں کو غذا ظاہر سے نہیں باطن سے حاصل ہوتی ہے۔ جب تک کوئی عمل ”خالص“ نہ ہو ضروری نہیں کہ بارگاہ الہی میں مقبولیت کے درجے پر فائز بھی ہو سکے۔ ہمارے یہاں چوں کہ زیادہ تر نیکیوں کا ”مظاہرہ“ ہوتا ہے اور جہاں صرف مظاہرہ ہو وہاں کوئی بھی چیز لا شعور کا حصہ نہیں بن پاتی۔ اس کے برخلاف رمضان المبارک کا مقصد یہ ہے کہ نیکیاں ہمارے تحت الشعور کی گہرائیوں میں پیوست ہو جائیں۔ ظاہر ہے جب جڑیں تحت الشعور کی اندرونی سطح تک اتری ہوئی ہوں گی تو ہمارا کوئی کام محض ”مظاہرہ“ نہیں ہوگا بلکہ وہ باطن کا پرتو بن کر سامنے آئے گا اور اس ”مظاہرے“ پر باطن کی پرچھائیاں پڑی ہوں گی۔ دین و مذہب کا معنیاتی پہلو اگر ذہن میں ہو تو اس کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ ہمارا ”دینی مظاہرہ“ ہمارے مذہب کو تو ظاہر کر دیتا ہے مگر ہمارے دین کی حقیقی ماہیت کو ظاہر نہیں کر پاتا۔ دین دراصل ”مظاہرہ“ کا نہیں بلکہ باطن میں چھپی ہوئی کیفیتوں یا ان کیفیتوں کے عملی اظہار کا نام ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے کے بعد معاشرے سے اس لیے اپنا رختِ سفر باندھ لیتی ہیں کہ وہ ہمارے

مادی ترقی ہو یا روحانی، حقیقت پسندانہ PRACTICAL یعنی عملی بنے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ ترقی کے اصولوں کی گردان کر کے ”جنت“ کے حصول کا خواب دیکھنے والے ہمیشہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا عرفان ذات پڑ مردہ ہو جاتا ہے اور ان کی شخصیت ٹھٹھڑ جاتی ہے۔ موجودہ دور میں مسلمانوں پر یہ مثال پورے طور پر صادق آتی ہے۔ اس پوری قوم میں بالعموم کھوکھلے نعروں، پر شکوہ لفاظی اور محض سطحی جذبات کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا بلفظ دیگر یوں کہیے کہ اس کا تصور ترقی احمقوں کی جنت سے آگے نہیں بڑھ سکا حالاں کہ مسلمانوں کا دین جس قدر حقیقت پسند ہے اور عملیت پسندی کی جس طرح ترغیب دیتا ہے بلفظ دیگر اسلام جس طرح تصور جنت سے حقیقی جنت کی تشویق و تحصیل کی طرف لے جاتا ہے، اس کی مثالیں کہیں اور نظر نہیں آتیں۔

اسلام کا عظیم رکن روزہ بھی عملیت پسندی کی ایک عظیم ترین اور روشن ترین مثال ہے، لیکن چوں کہ بعض وجوہ سے ہمارا تصور عبادت نہایت سطحی ہو کر رہ گیا ہے اس لیے ہمارے نزدیک اس کی اہمیت محض ایک رسم، ایک معمول اور ایک روایت سے زیادہ نہیں۔ روزے کی کلیت کا جائزہ لیجیے، یہ پورے طور پر ایک عملی اور روحانی تجربہ معلوم ہوگا۔ بہت ساری چیزیں تجربے اور عمل کے بغیر نہیں سمجھی جاسکتیں، آپ انہیں سمجھانے کے لیے کیسی ہی مثالیں لے آئیں، کتنی ہی اچھی تقریر کر لیں یا کتنی ہی غیر معمولی کتابیں لکھ ڈالیں، جب تک انسان تجربات اور عملی کوششوں کی بھٹی میں خود کو نہیں تپاتا اسے شے کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ اسلام عمل اور تجربے کا حاصل ہے اس لیے فکری سطح پر اس کے احکام کی وقعت کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا جب تک تجربے کا سفر کر کے اس کی حقیقت تک نہ پہنچا جائے۔ روزہ بھی ایک عظیم روحانی تجربہ ہے۔ اس کے ذریعے بیک وقت کئی مسائل و احکام پر عمل کرایا گیا ہے گویا روزہ بحیثیت مجموعی کئی احکام کا مرکب ہے اور اس کا ہر جز ایک بڑے کل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اندرون کی مضبوط بنیادوں پر قائم نہیں ہوتیں اور جب تک بنیاد مضبوط نہ ہو تو اس پر استوار کیے جانے والے عمل بھی وقتی اور عارضی ہوتے ہیں اس لیے رمضان شریف کے بعد نیکیوں کا وہ جذبہ مسابقت نظر نہیں آتا جو اس کا مرکزی استعارہ ہے۔

ہمارا دین مظاہرے کو پسند نہیں کرتا ہاں بعض چیزوں میں مظاہرہ یعنی ظاہر کرنا اسلام کو مطلوب ہے مگر وہ چند گنی چنی چیزیں ہیں جو بے پناہ حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ ہم سے غلطی یہی ہو رہی ہے کہ ہم نے دین کو ظاہر پرستی کا مجموعہ بنا کر رکھ دیا ہے اور جب اسلام کو محض ظاہر پر محمول کیا جانے لگے تو اس کی حقیقی روح رخصت ہو جاتی ہے اور جب روح ہی پرواز کر جائے تو خالی جسم کس کام کا؟۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اندر اثر نہیں پیدا ہوتا کہ ہم نے اسلامی تعلیمات کو چند مذہبی رسومات، معمولات اور روایات کا مجموعہ تصور کر لیا ہے، اگرچہ یہ غیر شعوری طور پر ہوتا ہے مگر اس وجہ سے جو نتائج اور اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ دین کی کلیت اور حیاتِ ملی کو مجروح کر دینے والے ہوتے ہیں۔ اگر دین کا کام دین کی حقیقت و ماہیت سمجھ کر کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اس سے روحانی تقویت حاصل ہوگی بلکہ اس کے اثرات بھی دیر پا اور تعمیری ہوں گے۔ ہماری کم نصیبی کہ ہم نے رمضان المبارک جیسا مقدس و تبرک اور عملی PRACTICAL مہینہ بھی اپنے ”دینی مظاہروں“ سے محض روایت اور معمول کا ایک حصہ بنا کر رکھ دیا ہے اور ظاہر پرستی کی کھوکھلی مثال۔ گویا یہ ”مظاہرہ“ محض قشر (چھلکا) ہے مغز (گودا) نہیں لیکن ہماری عقل مندی یہ ہے کہ محض قشر کو ہی مغز سمجھ بیٹھے ہیں اور اسی میں خوش۔ یہ ”مظاہرہ“ اسی وقت مستحسن ہوگا جب وہ اپنی حقیقت میں صرف ظاہری نہ ہوں باطنی ہوں، محض مادی نہ ہوں روحانی ہوں، محض خارجی نہ ہوں اندرونی ہوں۔ باطن سے لے کر ظاہر تک سارے نقشے یکساں ہو جائیں اور حال سے قال تک سارے زاویے ایک۔ روزے کے ذریعے جن برائیوں پر بند باندھنے کی کوشش کی گئی ہے اس کی تکمیل روحانی تربیت، باطنی ارتقا اور اندرونی پاکیزگی سے ہی ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وقتی طور پر کسی دباؤ یا خوف یا مجبوری کی وجہ سے کچھ دیر کے لیے برائی کا صدور نہ ہو لیکن جیسے ہی یہ رکاوٹ زائل ہوگی ہمارا نفس امارہ ہمیں برائیوں پر ابھارے گا لیکن جب ہمارا اندرون مضبوط ہوگا یا یوں کہہ لیجیے کہ ہمارا روحانی پہلو غالب رہے گا اور ہمارا باطن ہر وقت خوفِ خدا سے

تر رہے گا تب تک گناہوں کا صدور بہت مشکل سے ہوگا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلسل ایک مہینے تک واعظین کے وعظوں اور مربین کی تربیتوں سے سیکھے جانے والے سارے سبق بھلا کیوں دیے جاتے ہیں؟۔ اس کا جواب یہی ہے کہ تربیت میں کہیں نہ کہیں کمی ضرور ہو رہی ہے۔ کوئی بات اسی وقت مؤثر ہو سکتی ہے جب کہنے والا بھی اس کا پابند ہو بصورت دیگر قوتِ تاثیر کا سرمایہ حاصل نہیں ہو پاتا۔ ہمیں یہ حقیقت بسر و چشم تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہمارے جلسوں اور جمعے کے خطابات میں زیادہ تر تقریریں اور خطابات ہوتے ہیں، تربیت نہیں ہوتی اور جب تک تربیت نہ ہو تو یہ وعظ، یہ تقریریں اور یہ خطابات محض الفاظ کا مجموعہ بن کر رہ جاتے ہیں، اس سے روحانی ترقی کے دروازے وا نہیں ہو سکتے۔ زیادہ تر لوگوں کی خواہش یہی رہتی ہے کہ وہ عوام اور سامعین پر اپنی علمیت کا سکھ جما سکیں۔ ان کا ح نظر بس یہ ہوتا ہے کہ ”میری تقریر جمی کہ نہیں“۔ جب تصور یہ ہو تو مقصد اصلی پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ دیکھیے یہاں بھی محض مظاہرہ ہو رہا ہے یعنی مذہب کی نمائش ہو رہی ہے اور دین پس پشت چلا گیا ہے۔ اپنی شخصیت پر تقدس مآبی کا لبادہ اوڑھنے سے دین پرستی کا مظاہرہ تو ہو سکتا ہے مگر دین کی حقیقت و ماہیت پر نہ تو عمل ہو سکتا ہے اور نہ کرایا جاسکتا ہے۔ نام و نمود، ریا کاری اور محض ”مظاہرے“ کا مزاج بدلے بغیر تربیت کا حق ادا نہیں ہو سکتا اور جب تک صحیح تربیت نہ ہو تو دین کے حقائق کا ادراک محض خواب ہے۔ انسان عملی اسی وقت بنتا ہے جب اس کی ٹریننگ صحیح منہج پر کی جائے۔ ہماری کم قسمتی کہ اسلام جیسے خالص عملی اور PRACTICAL دین کو ہم نے اسے صرف نظریاتی اور فکری سرحدوں میں محدود کر دیا ہے۔ رمضان المقدس کے فضائل اور مغفرت کی بشارتیں سن کر ہم کامیابی اور ترقی یعنی جنت کے تصور میں گم ہو جاتے ہیں۔ ایک مہینے میں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا مظاہرہ کر کے ہمارے ذہن و فکر پر یہ خوش فہمی اپنا سیرا کر لیتی ہے کہ جنت تو ہماری ملکیت ہے مگر جو اعمال واقعی ہمیں جنت کا مالک بناتے ہیں اور ہمارے تصورِ جنت کو حقیقی جنت کے حصول میں بدل دیتے ہیں ان سے دور بھاگتے ہیں۔ یہ ہمارے ”دینی مظاہروں“ اور تصورِ رمضان ہی کا شاخسانہ ہے کہ ہمیں اس ماہ کی برکتیں وافر مقدار میں میسر نہیں ہو پاتیں اور جسے برکتوں سے حصہ نہ ملے اس سے سوائے اس کے اور امید بھی کیا کی جاسکتی ہے کہ وہ ”مظاہروں“ کو ہی عین عبادت کا درجہ دے دے اور رمضان کا یاد کیا ہو اسبق فراموش کر دے۔

فتنہ قادیانیت

دوسری اور آخری قسط

از: مفتی محمد انوار الحق مصطفوی بریلوی۔ بانی مدرسہ غوثیہ برکاتیہ تعلیم النساء بریلی شریف

علمائے اہل سنت کی قربانیوں اور بے پناہ کوششوں کے نتیجے میں ۷ ستمبر ۱۹۷۷ء کو پاکستان نیشنل اسمبلی نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے قادیانی فرقہ کو ”غیر مسلم اقلیت“ قرار دیا۔ لہذا اس تاریخ ساز دن کو یادگار بنانے کیلئے خلیفہ سرکار مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد انوار الحق صاحب قبلہ بریلوی کا فتنہ قادیانیت پر تحریر کردہ یہ مضمون قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔ (محمد سلیم بریلوی)

مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان مجھ پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔“

مرزا جی کے پیترے: اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت؟ وہ نبی ہیں اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہیں اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں خدائے تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے اوپر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی ہوں اور ایک پہلو سے امتی ہوں۔ میں اس کی پاک وحی پر ایسے ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کے جلووں پر ایمان لایا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں میں تو خدائے تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں جب تک مجھے اس کا علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا جو میں نے اوائل میں کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کیا۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۳۹، ۱۵۰ مطبوعہ قادیان)

مرزا صاحب کی یہ عبارت اپنے مدعا پر اس قدر صریح ہے کہ مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں مرزا جی اپنی نبوت کی نفی کرتے تھے جب کہ (بزعم خویش) انہیں اپنے نبی ہونے کا علم نہیں ہوا تھا تو اسے دجل و فریب کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا آخری عقیدہ جس پر ان کا

مرزا جی کے درجہ بدرجہ دعوے: بعض مرتبہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ابتدائی دور کی عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے علی الاطلاق دعوائے نبوت کو کفر قرار دیا ہے لیکن جو مرزا صاحب نے واضح کر دیا ہے کہ وہ مجدد، محدث، مسیح موعود اور مہدی کے مراتب سے ترقی کرتے ہوئے درجہ بدرجہ نبوت کے منصب تک پہنچے ہیں انہوں نے اپنے دعووں کی جو تاریخ بیان کی ہے اسے ہم پوری تفصیل کے ساتھ انہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی عبارت کو پورے سیاق و سباق میں دیکھ کر ان کا پورا مفہوم واضح ہو سکے یا کسی نے مرزا صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کی عبارتوں میں تناقض نظر آتا ہے کہ کہیں آپ اپنے آپ کو غیر نبی لکھتے ہیں اور کہیں اپنے آپ کو مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر قرار دیتے ہیں؟ اس کا جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں۔ ”اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہوں اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی وہی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمان کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن اس کے بعد بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ

خاتمہ ہوا یہی تھا کہ ”وہ نبی ہیں“ چنانچہ انہوں نے آخری خط میں جو لکھا وہ ٹھیک ان کے انتقال کے دن اخبار عام میں شائع ہوا اور واضح الفاظ میں لکھا کہ ”میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو یہ میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کراؤں؟ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جب کہ اس دنیا سے گزر جاؤں“ (اخبار عالم ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء از حقیقۃ النبوة مرزا محمود ص ۲۱۸ و مباحثہ راولپنڈی ص ۱۳۶)

یہ خط ۲۳ مئی ۱۹۸۰ء کو لکھا گیا اور ۲۶ مئی کو اخبار عام میں شائع ہوا اور ٹھیک اسی دن مرزا صاحب کا انتقال بیت الخلاء (پاخانہ) میں ہوا مرتے وقت مرزا صاحب کا منہ پاخانہ اور غلاظت میں اوندھا ہو گیا تھا۔

عربی و فارسی کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عربی زبان کے قواعد کی رو سے **لانی بعدی** (میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) یہ جملہ ایسا ہی ہے جیسے کہ لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) لہذا اگر اول الذکر جملے میں ”جھوٹے درجہ کے غیر تشریحی یا طفیلی نبی کی گنجائش نکل سکتی ہے“ تو کوئی شخص یہ کیوں نہیں کہہ سکتا کہ آخر الذکر جملے میں بھی ”ایسے جھوٹے خداؤں کی گنجائش ہے کہ جن کی معبودیت (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا ظل ہونے کی وجہ سے ہے اور جو مستقبل بالذات خدا نہیں“۔ ہر باخبر انسان کو معلوم ہے کہ دنیا کی بیشتر جنگ صرف اس بنا پر ہوئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ ایسے دیوتاؤں اور معبودوں کے بھی قائل ہیں کہ جن کی خدائی مستقل بالذات نہیں۔ کیا ان کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں؟ اگر بالواسطہ خداؤں کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا پہلا عقیدہ یعنی عقیدہ توحید سلامت نہیں رہ سکتا تو آپ کے بعد بالواسطہ یا غیر تشریحی انبیاء کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا دوسرا عقیدہ یعنی عقیدہ ختم نبوت کیسے سلامت رہ سکتا ہے؟ یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول ثانی کے عقیدہ کو ختم نبوت سے متضاد قرار دینا اسی غلط بحث کا شاہ کار ہے کہ جسے احادیث میں مدعیان نبوت کے دجل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ختم نبوت کی آیات اور احادیث کو پڑھ کہ ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی وہی مطلب سمجھے گا جو پوری امت نے اجتماعی طور پر سمجھا ہے یعنی یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس سے یہ نالانہجہ کوئی ذی ہوش نہیں نکال سکتا کہ ”آپ کے بعد پچھلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت

چھن گئی ہے یا پچھلے انبیاء میں سے کوئی باقی نہیں رہا“ اگر کسی شخص کو آخر الاولاد، یا خاتم الاولاد یعنی کسی شخص کا آخری لڑکا قرار دیا جائے تو کیا کوئی عقل مند شخص اس کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ اس لڑکے سے پہلے جتنی اولاد ہوئی تھیں وہ سب مرچکی ہیں یا ختم ہو گئیں ہیں؟ پھر خاتم الانبیاء یا آخر الانبیاء کے لفظ کا یہ مطلب کون سی لغت، کون سی عقل اور کون سی شریعت کی روشنی میں لیا جاسکتا ہے کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تھے وہ سب وفات پا چکے اور ان کی نبوت ختم ہو گئی؟ خود مرزا صاحب خاتم الاولاد کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”اس سے واضح ہوا کہ وہ شخص جس پر بہ کمال و تمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہے یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے“ (تریاق القلوب ۲۹۸ طبع سوم، قادیان ۱۹۳۸ء) آگے لکھتے ہیں ”میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا“ خود مرزا صاحب کی اس تشریح کے مطابق بھی خاتم النبیین کے معانی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ”کوئی نبی ماں کے پیٹ سے نہیں نکلے گا“ لہذا حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ عقل و خرد کی آخر کون سے آیت خاتم النبیین کے منافی ہو سکتا ہے۔

مرزا جی کی تحریف قرآنی: مرزا جی نے قرآن میں اس قدر لفظی اور معنوی تحریفیں کی ہیں کہ ان کا شمار دشوار ہے اس شخص نے یہاں تک جرأت و جسارت کی ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات جو صراحتاً حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نازل ہوئی تھیں ان کو اپنے حق میں قرار دیا اور جو القاب اور امتیازات رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بیان فرمائے تھے تقریباً سب کے سب مرزا جی نے اپنے لئے مخصوص کر لئے اور کہا کہ مجھے بذریعہ وحی ان القاب سے نوازا گیا ہے۔

اہل بیت کی توہین: میں خدا کا کشتہ (مارا ہوا) ہوں لیکن تمہارا حسین (حضرت امام حسین) دشمنوں کا کشتہ تھا پس فرق کھلا اور ظاہر ہے۔ (اعجاز احمدی ۱۸) اور نزول مسیح ص ۹۹ میں شعر ہے۔

کر بلائیت سیر ہر آنم۔ صد مسیح است و گر بیانم

پنجتن پاک کے مد مقابل مرزا جی نے اپنی اولاد کو پنجتن قرار دیا ہے۔ اس

سلسلہ میں اس کے دو شعر یہ ہیں

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے بنا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں
یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

مرزا جی کے دوسرے بیٹے بشیر محمود نے قادیان کو ”ام القریٰ“ قرار دیا ہے
اور اسے بیت الحرام مانا ہے

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجو مخلوق سے ارض حرم ہے

(پہلے دو شعر درمبین ص ۴۵۔ اور دوسرے شعر درمبین ص ۵۲ سے ماخوذ ہیں)
مرزا بشیر الدین قادیانی لکھتے ہیں ”کل جو مسلمان حضرت مسیح موعود کی
بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی
نہیں سنا تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں“ (آئینہ صداقت ص
۳۵) یہی مرزا جی کے دوسرے خلیفہ بشیر الدین محمود لکھتے ہیں ”پس ظلی اور
بروزی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مسیح موعود کس طرح
ایک اسرائیلی نبی کے مقابلہ میں یوں فرماتا کہ۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے (القول المفصل ص ۱۴) مطبوعہ ضیاء الاسلام
قادیان ۱۹۱۵ء)

ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر و بڑا بن کر بھی کفر کا گھڑا نہیں بھرا
تو قاضی ظہور الدین اکمل نے ایک نظر لکھی جو ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء کے اخبار ”
بدر“ میں شائع ہوئی تھی اس میں مرزا جی کو شیطانی سیڑھی پر چڑھا دیا ہے۔
شعر

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دار الاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر
مکان اس کا ہے گویا لامکان میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور ان سے ہیں بڑھکر اپنی شاں میں

صحابہ کرام کی توہین: جو شخص میری جماعت میں داخل ہو اوہ درحقیقت
سردار، خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا“ (خطبہ الہمامیہ ص ۲۵۸)

”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب نئی خلافت لو ایک زندہ علی تم میں موجود
ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔ (ملفوظات احمدیہ ص
۱۳۱ ج اول)

حضرت عمر و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نادان لکھا۔ (خطبہ
الہمامیہ ص ۱۴۹)

مرزائی صاحبان کی مجہول روایت: مرزائی صاحبان نے لاکھوں احادیث
کے ذخیرے میں سے صرف دو ہی ضعیف و سقیم روایتیں نکال کر انہیں کو
اپنے من مانا مفہوم کا جامہ پہنا کر ان سے خود ساختہ نبوت کے لئے سہارا
لینے کی لا حاصل کوشش کی ہے اس لئے یہاں ان پر بھی ایک نظر ڈال لینا
مناسب ہوگا۔ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانی نبی بعدہ۔ یہ مجہول
اسناد روایت درمنثور سے لی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ (حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ
آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا) پہلے تو اس بات پر غور فرمائیے کہ یہ
روایت کہاں سے لائی گئی ہے اگر آپ حدیث کی کسی معروف کتاب میں
اسے تلاش کرنا چاہیں گے تو آپ کو مایوسی ہوگی کیونکہ یہ روایت بخاری،
مسلم تو کجا نسائی وغیرہ میں بھی موجود نہیں ہے۔ اس کو علامہ سیوطی کی کتاب
درمنثور سے لیا ہے جس کے بارے میں ادنیٰ طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ
اس میں ہر قسم کی ضعیف اور موضوع روایات بھی بغیر چھان بین کے جمع
کردی گئی ہیں۔ حدیث کے معتبر ہونے میں سارا مدار اس کی سند پر ہوتا
ہے اور اس روایت کی کوئی سند معلوم نہیں۔ تو اب یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے
الفاظ میں مدعیان نبوت کا دجل و فریب نہیں تو اور کیا ہے؟

اقتباس از قومی آواز: اسی کے ساتھ ساتھ وزارت خارجہ کے اس بیان
میں احمدیہ فرقہ کو (۷ ستمبر ۱۹۷۱ء) ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے
جب کہ ہندوستان اور دیگر ملکوں میں احمدیوں کو مسلمان سمجھا جاتا ہے،
جب کہ اس سرزمین کو سب سے پہلے فخر حاصل ہے کہ یہاں کے علمائے
کرام نے قادیانیت اور نام نہاد احمدیت کو صریح کفر قرار دیا ہے۔ اور یہ
تاریخ کے نوشتوں میں جلی حروف میں موجود ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی
غیر مسلم تھے لہذا فرقہ احمدیہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟ عالم اسلام کا یہ متفقہ
فیصلہ ہے کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور یہ فیصلہ قرآن و حدیث
نیز اقوال صحابہ، دلائل و براہین قاطعہ اور اجماع امت کی روشنی میں

(۳) ایک فتویٰ موسسۃ مکتۃ للطباعة والاعلام کی طرف سے حریم شریفین میں شائع ہوا تھا جس میں بلاد حجاز، دمشق و شام کے چاروں مذاہب کے علماء کا فیصلہ درج ہے۔

مفتی اعظم ہند کی ایک کرامت

شوال المکرم ۱۴۱۱ھ جون ۱۹۹۱ میں فقیر مصطفوی محمد انوار الحق بریلوی، درگاہ خواجہ شیخ برہان الدین چشتی علیہ الرحمہ قصبہ تالہ ضلع جیپور (جن کی دعا سے مشہور راجپوت شیخاؤں قوم مسلمان ہوئی ان کے مورث اعلیٰ، حضرت شیخ بابا صاحب کے قدموں میں مدفون ہیں) آستانہ برہانیہ کی دوسو بیگہ پختہ آراضی، موقوفہ میں دارالعلوم قائم کرنے کا عزم کئے ہوئے فقیر مصطفوی غفرلہ درگاہ شریف میں مقیم ہو گیا چھ ماہ اور ادو وظائف اور چلہ کشی کے بعد شب جمعہ میں مرشد برحق حضور مفتی اعظم ہند و حضرت خواجہ شیخ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ شکوہ شکایت سن کر مرشد پاک نے فقیر کی حمایت فرمائی تو پھر بابا صاحب نے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اب وقت آچکا ہے یاد رکھنا یہاں کے مسلمان تو کیا غیر مسلم بھی تیرے قدموں میں جھکیں گے اور تیرے دارالعلوم بنانے میں مانع نہ ہوں گے۔ دونوں نورانی بزرگوں کے دیدار سے آنکھوں میں نور، دل کو سرور حاصل ہوا۔ صبح کو وضو کر کے معمولات سے فارغ ہو کر نماز فجر باجماعت ادا کی پھر جمعہ میں جو تقریر کی تو ایسی مقبولیت ہوئی کہ لوگ بعد جمعہ کسی اور پھاوڑے لے کر آگئے اور بولے چلئے دوسو بیگہ پلاٹ ہے اس میں جتنی زمین درکار ہو اس پر تعمیری کام شروع کرائیے۔ سب با وضو پہنچے۔ فقیر مصطفوی نے کلمات معظمت پڑھ کر پھاوڑہ لیا اور بنیاد کھودنے کا آغاز کیا۔ یکے بعد دیگرے کثیر افراد حضرات نے بھی کھودنے میں شرکت کی، بعونہ تعالیٰ جب سے آج تک کہ جامعہ برہانیہ ترقی پذیر ہے۔ واضح رہے کہ اب سے تقریباً چالیس برس قبل سرکار مفتی اعظم ہند بذات خود تالہ تشریف لائے تھے آپ کے ہم راہی دیگر زائرین فاتحہ پڑھ کر آستانہ عالیہ سے باہر چلے گئے، حضور مفتی اعظم ہند دیر تک مراقب رہے جب باہر آئے تو وہاں کے ان پڑھ خادموں نے پوچھا کہ حضرت آپ بہت مہک رہے ہیں اور آپ کے جسم سے بہت خوشبو پھوٹ رہی ہے؟ فرمایا، بابا صاحب سے مصافحہ کر کے آیا ہوں۔

اظہر من الشمس ہے لہذا اس فرقہ کو اسلام سے جوڑنا صریح غلطی بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ کے مترادف ہے لہذا وزارت خارجہ کی طرف سے یہ بیان کہ ہندوستان میں قادیانیوں کو مسلمان سمجھا جاتا ہے درست نہیں۔ چنانچہ ہم حکومت ہند سے اپیل کرتے ہیں کہ قادیانیوں کو مسلمان نہ مانا جائے پھر سیکولر حکومت ہونے کے ناطے مذہبی معاملات خصوصاً اس طرح کے پیچیدہ مسائل کو وزارتی سطح پر ہوا دینا زیب نہیں دیتا۔ ہم حکومت کے ہر اس قدم کا خیر مقدم کریں گے، جو قادیانیت و جھوٹے عقائد کے خلاف سچائی کی سر بلندی کے لئے اٹھے گا ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت اس پر سنجیدگی سے غور کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم فرقہ تسلیم کرے گی۔ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر عوام کے سامنے قادیانیت کا پوسٹ مارٹم ہو سکے۔ (ماخوذ اخبار قومی آواز جلد ۱۱، ۱۳ دسمبر ۱۹۹۱ شمارہ ۳۳۶ رقط ۲ عنوان ”مسلم سماج بھٹکا ویاصراط مستقیم“)

عالم اسلام کا متفقہ فیصلہ: گزشتہ صفحات میں جو ناقابل انکار دلائل پیش کئے گئے ہیں ان کی وجہ سے پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ مرزائی احمدی مذہب کے تبعین کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ہم اپنی اس یادداشت کے ساتھ علمائے دین کے ان فتاوے اور عدالتی مقدمات کے فیصلوں کی مطبوعہ نقول منسلک کر رہے ہیں جو عالم اسلام کے مختلف مکاتب فکر مختلف حلقوں اور اداروں نے شائع کئے ہیں کہ جن کا خلاصہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

مرزائیوں کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر جو فتاویٰ دیئے گئے ان کا شمار بھی مشکل ہے تاہم چند اہم فتاویٰ کا حوالہ درج ذیل ہے۔

(۱) رجب المرجب ۱۳۳۶ھ میں ایک استفتاء بر صغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء سے کیا گیا تھا جو فتویٰ تکفیر قادیان کے نام سے شائع ہوا تھا اس میں بریلی شریف، پبلی بھیت، شاہانپور، سہارنپور، دہلی، کلکتہ، بنارس، لکھنؤ آگرہ، مراد آباد، لاہور، لدھیانہ، گوجرانولہ، گجرات، حیدر آباد، بھوپال اور رامپور کے تمام مکاتب فکر اور تمام دینی مراکز کے علماء نے بالاتفاق قادیانیوں، مرزائیوں، احمدیوں کو کافر اور اسلام سے خارج قرار دیا ملاحظہ ہو۔ (فتویٰ تکفیر قادیانی شائع کردہ منظور حسین صاحب

(۲) مقدمہ بہاولپور میں جو فتاویٰ پیش ہوئے ان میں بر صغیر کے علاوہ بلاد عربیہ کے فتاویٰ بھی شامل ہیں دیکھئے، فتاویٰ حجۃ شرعیہ ملتان

قربانی۔ فضائل و مسائل

از: مولوی نعیم الدین درجہ تخصص فی الفقہ سال اول

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خوش دلی سے طالب ثواب ہو کر قربانی کی تو وہ (قربانی) آتش جہنم سے (اس کے لئے) حجاب ہو جائے گی۔ (۳) ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث نے بیان فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس میں وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

(۴) امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ذبح کے دن دو مینڈھے سینک والے چت کبرے خسی کئے ہوئے ذبح کئے۔ جب ان کا منہ قبلہ کو کیا تو آپ نے یہ پڑھانی وجہت وجہی للذی فطر السموات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ و بذالک امرت و انا من المسلمین اللہم منک و لک عن محمد و امتہ بسم اللہ اکبر اس کو پڑھ کر ذبح فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے یہ فرمایا کہ الہی یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں ان کی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی۔

قربانی واجب ہونے کے شرائط: قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں (۱) اسلام یعنی مسلم پر قربانی واجب ہے۔ (۲) اقامت یعنی مقیم ہونا لہذا مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ (۳) مالدار یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مالدار سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ وہ مراد نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ (۴) حریت یعنی آزاد ہونا لہذا جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہذا عبادت مالیہ اس پر واجب نہیں ہے۔ مرد ہونا اس کے لئے شرط نہیں کیونکہ قربانی عورتوں پر اسی طرح واجب ہوتی ہے کہ جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے۔ اس کے لئے بلوغ شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے لہذا اگر نابالغ پر یہ واجب ہے تو آیا اس کے مال سے قربانی

قربانی اسلام کا ایک ایسا واجب فعل ہے کہ جو امت مسلمہ کے اندر رضائے الہی اور رضائے رسول کو حاصل کرنے کے لئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بوقت ضرورت اپنی قیمتی سے قیمتی چیز کو قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ قربانی کے ذریعہ جہاں ایک مسلمان اللہ و رسول کا قرب حاصل کرتا ہے وہیں وہ دنیا والوں کو اسلامی وحدت، محبت، اخوت اور تعاون باہمی کا درس بھی دینا ہے۔ ایام قربانی میں گوشت وغیرہ کے ذریعہ جہاں وہ اپنے عزیز و اقارب کو شاد کام کر کے رشتہ محبت کو مضبوط کرتا وہیں وہ غریب و نادار مسلمان کے معاشی مسائل کو حل کرنے کا سامان بھی فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی کے دن اللہ رب العزت کے نزدیک بندہ کا کوئی فعل قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اب ہم سر دست قربانی کی تعریف فضائل و مسائل پر مختصر روشنی ڈالیں گے۔

قربانی کسے کہتے: مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنے کو قربانی کہتے ہیں۔ کبھی اس جانور کو بھی اضحیٰ اور قربانی کہتے ہیں ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت ابرہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی اور نبی کریم ﷺ کو قربانی کرنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر ارشاد فرمایا فصل لربک و انحر تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

قربانی کے متعلق ارشادات: (۱) ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے ایک نقل حدیث کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینک، بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ لہذا اس کو خوش دلی سے کرو۔

(۲) حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور

کی جائے گی یا اس کا باپ اپنے مال سے قربانی کرے گا؟ ظاہر الروایہ یہ ہے کہ نہ تو خود نابالغ پر واجب ہے نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

واضح رہے کہ مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں لیکن اگر وہ نفل کے طور پر کرے تو وہ کر سکتا ہے اور اس پر وہ ثواب بھی پائے گا حج کرنے والے جو مسافر ہوں تو ان پر قربانی واجب نہیں اور اگر مقیم ہوں تو ان کے اوپر قربانی واجب ہے جیسا کہ مکہ کے رہنے والے اگر حج کریں چونکہ یہ مسافر نہیں لہذا ان پر واجب ہوگی۔

مسئلہ: جو شخص دوسو درہم یا تیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو کہ جس کی قیمت دوسو درہم ہو وہ غنی ہے اور اس پر قربانی واجب ہے۔ حاجت سے مراد رہنے کا مکان اور خانہ داری کے سامان جس کی حاجت ہو اور سواری کا جانور، خادم اور پہننے کے کپڑے ان کے سوا جو چیزیں میں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں۔

مسئلہ: جس شخص پر قرض ہے تو اس قرض کی رقم اس کے مال سے کم کرنے کے بعد اگر تو نصاب باقی نہ رہا تو اس پر قربانی واجب نہیں اسی طرح اگر اس کا مال تو ہے لیکن فی الحال وہ اس کی ملکیت میں نہیں ہے بلکہ ایام قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اسے وصول ہوگا تب بھی اس پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: بالغ لڑکوں یا بی بی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے جازت حاصل کرے بغیر ان کے کہے اگر کردی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔

قربانی کا وقت: قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن اور دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں۔

مسئلہ: دسویں کے بعد کی دونوں راتیں ایام نحر میں داخل ہیں لہذا ان میں بھی قربانی ہو سکتی ہے مگر رات میں قربانی کرنا یہ مکروہ ہے۔ پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ سب سے افضل ہے پھر گیارہویں اور پھر بارہویں۔ اگر تاریخوں میں شک ہو یعنی تیس کا چاند مانا گیا ہے اور انتیس کے ہونے کا بھی شبہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ بارہویں تک موخر نہ کرے کیوں کہ اس کے تیرہویں تاریخ ہونے میں شک ہے اور اگر اسی حالت میں بارہویں تاریخ

کو قربانی کی تو بہتر ہے کہ سارے گوشت کو صدقہ کر ڈالے۔

قربانی کس وقت کی جائے: شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز عید کے بعد کرے لہذا نماز عید سے پہلے پہلے گھر میں قربانی نہیں ہو سکتی اور دیہات میں کیونکہ نماز عید نہیں ہے لہذا یہاں طلوع فجر کے بعد قربانی ہو سکتی ہے۔ دیہات میں بہتر یہ ہے کہ بعد طلوع فجر قربانی کی جائے۔ لیکن شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہو جانے کے بعد قربانی کی جائے۔ یعنی نماز ہو چکی ہے اور خطبہ نہیں ہوا ہے اور قربانی کی تو قربانی ہو تو جائیگی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ لہذا شہری آدمی اگر یہ چاہتا ہے کہ صبح سویرے نماز عید سے پہلے قربانی ہو جائے تو جانور دیہات میں بھیج دے۔

مسئلہ: دسویں ذی الحجہ کو کسی وجہ سے اگر نماز عید نہیں ہوئی تو قربانی کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وقت نماز جاتا رہے یعنی زوال کا وقت آجائے تو اب قربانی ہو سکتی ہے اور دوسرے یا تیسرے دن نما عید سے پہلے بھی ہو سکتی ہے۔

قربانی کے جانور کا بیان: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ ہر قسم میں اس کی جنس کی جتنی قسمیں ہیں وہ سب داخل ہیں۔ نر اور مادہ۔ خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھیس گائے میں شمار ہے اس کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہے۔

قربانی کے جانور کی عمر: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے کہ اونت پانچ سال کا۔ گائے دو سال کی۔ بکری ایک سال کی لہذا اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ مہینہ کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

جانور کے وہ عیوب کہ جن کی وجہ سے قربانی جائز نہیں:

مسئلہ: قربانی کے جانور کا عیب سے خالی ہونا ضروری ہے۔ اگر تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو تو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور اگر زیادہ عیب ہو تو سرے سے قربانی ہوگی ہی نہیں۔ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر سینگ میٹک تک ٹوٹ گیا تو ناجائز ہے اور اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ جس جانور میں گ جنون ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اس حد کا

نہیں ہے تو جائز ہے خسی یعنی جس کے خسیے اور عضو تناسل سب کاٹ لئے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔ اتنا بوڑھا کہ بچہ جننے کے قابل بھی نہ رہا یا داغا ہوا جانور یا جس کے دودھ نہ اترتا ہو تو ان سب کی قربانی جائز ہے۔ خارش والے جانور کی قربانی جائز ہے جبکہ تندرست و توانا ہو اور اگر اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔

مسئلہ: بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے مگر اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں اور ایسا کا نا کہ جس کا کا نا پن ظاہر ہو اس کی بھی قربانی ناجائز ہے اسی طرح اتنا کمزور لاغر جانور کہ جس کی ہڈیوں میں مغز نہ رہا ہو اور ایسا لنگڑا جانور کہ جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اور اتنا بیمار کہ جس کی بیماری ظاہر ہو یا ایسا جانور کہ جس کے کان یا دم تہائی سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں تو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔ لہذا اگر کان یا دم تہائی یا اس سے کم کٹے ہوں تو جائز ہے۔ جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے۔ وہ جانور کہ جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔ جس جانور کی تہائی سے زیادہ نظر جاتی رہی اس کی بھی قربانی ناجائز ہے وہ جانور کہ جس کی دونوں آنکھوں کی روشنی کم ہو تو اس کا پہچانا آسان ہے اور صرف ایک آنکھ کی روشنی کم ہو تو اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو ایک دودن بھوکا رکھا جائے پھر اس کی آنکھ پر پٹی باندھ دی جائے کہ جس کی روشنی کم ہے اور صحیح آنکھ کھلی رکھی جائے اور اتنی دور چارہ رکھیں کہ جس کو جانور نہ دیکھے پھر چارہ کو نزدیک لاتے جائیں جس جگہ وہ چارہ کو دیکھنے لگے وہاں نشان رکھ دیں پھر صحیح والی آنکھ پر پٹی باندھیں اور دوسری کھول دیں پھر چارہ کو قریب کرتے جائیں جس جگہ اس آنکھ سے دیکھ لے یہاں بھی نشان کر دیں پھر دونوں جگہوں کی پیمائش کریں اگر یہ جگہ اسی پہلی جگہ کی تہائی ہے تو معلوم ہوا کہ تہائی روشنی کم ہے اگر نصف ہے تو معلوم ہوا کہ نسبت اچھی آنکھ کے اس کی روشنی آدھی ہے۔ **مسئلہ:** جس جانور کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوئے ہیں یا خشک ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے۔ بکری میں ایک کا خشک ہونا ناجائز ہونے کیلئے کافی ہے اور گائے، بھینس میں دو خشک ہوں تو ناجائز ہے۔ جس کی ناک کٹی ہو یا علاج کے ذریعہ اس کا دودھ خشک کر دیا گیا ہو اور خنثی جانور یعنی جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔

مسئلہ: جس وقت جانور کو خریدتا تھا اس وقت اس میں ایسا عیب نہ تھا کہ جس کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے بعد میں وہ عیب پیدا ہو گیا تو اگر وہ شخص مالک نصاب ہے تو دوسرے جانور کی قربانی کرے اور اگر وہ شخص فقیر ہے تو اس کی قربانی کرے یہ اس وقت ہے جبکہ فقیر نے پہلے سے اپنے ذمہ قربانی واجب نہ کی ہو اور اگر اس نے منت مانی ہے کہ بکری کی قربانی کرونگا اور منت پوری کرنے کیلئے بکری خریدی اس وقت بکری میں ایسا عیب نہ تھا پھر پیدا ہو گیا تو اس صورت میں فقیر کیلئے بھی وہی حکم ہے۔ کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ **مسئلہ:** قربانی کرتے وقت جانور اچھلا کو دا جس کی وجہ سے عیب پیدا ہو گیا یہ عیب مضر نہیں یعنی قربانی ہو جائے گی۔ **مسئلہ:** قربانی کا جانور مر گیا تو مالدار پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے اور فقیر کے ذمہ دوسرا جانور واجب نہیں۔

مسئلہ: سات شخصوں نے قربانی کے لئے گائے خریدی تھی ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا تو اس کے وارثوں نے شرکا سے یہ کہہ دیا کہ تم اپنی طرف سے اور اس کی طرف سے قربانی کر دو تو سب کی قربانی درست ہے اور اگر وارثوں کی اجازت کے بغیر شرکاء نے قربانی کی تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔ **مسئلہ:** گائے کے شرکاء میں سے ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔ **مسئلہ:** شرکاء میں سے ایک کی نیت اس سال کی قربانی کی ہے اور باقی کی نیت سال گزشتہ کی قربانی کی ہے تو جس کی نیت اس سال کی ہے اس کی قربانی صحیح ہے اور باقی کی قربانی تطوع یعنی نفل ہوئی کیوں کہ سال گزشتہ کی قربانی اس سال نہیں ہو سکتی تو ان لوگوں پر لازم ہے کہ گوشت کو صدقہ کر دیں بلکہ ان کا ساتھی جس کی قربانی درست ہے وہ بھی گوشت کا صدقہ کر دے۔

قربانی کے گوشت کا استعمال: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص چاہے وہ غنی ہو یا فقیر اس کو بھی کھلا سکتا ہے اور انہیں دے بھی سکتا ہے۔ بلکہ اس میں سے کچھ کھا لینا قربانی کرنے والے کیلئے مستحب ہے بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصہ کرے ایک حصہ فقراء کے لئے اور ایک حصہ دوست و احباب کیلئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے۔ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے اور کل کو صدقہ کر دینا بھی جائز ہے اور سارا گوشت خود ہی رکھ لینا بھی جائز ہے اور بعض حدیثوں میں جو اس

مسئلہ: قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کی کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اجرت میں دینا بھی بیچنے کے ہی معنی میں ہے۔

مسئلہ: قصاب کو اجرت میں نہیں دیا بلکہ جیسے دوسرے مسلمانوں کو دیتا ہے اس کو بھی دیا اور اجرت اپنے پاس سے روپیہ وغیرہ جسی کوئی دوسری چیز دیگا تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر قربانی کی اور جانور کے پیٹ میں بچہ نکلا تو اگر وہ زندہ ہے تو اس کو بھی ذبح کر دے اور اسے صرف میں لاسکتا ہے اور اگر مر رہا ہو بچہ ہو تو اسے پھینک دے کہ وہ مردار ہے۔

قربانی کے جانور کے ذبح کا طریقہ: قربانی سے پہلے جانور کو چارہ پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔ اور ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کریں۔ اور پہلے سے چھری تیز کی جائے اور ایسا نہ ہو کہ جانور کو گرانے کے بعد چھری تیز کی جائے جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ کو اس کا منہ ہو اور اپنا داہنا پاؤں اسکے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے۔

انسی وجہت و جہی للذی فطر السموات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین ان صلاتی و نسکی و محیای ت و مماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ و بذالک امرت و انا من المسلمین اللهم لک و منک بسم اللہ اللہ اکبر اسے پڑھ کر ذبح کر دے۔ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے ا
لہم تقبل منی کما تقبلت من خلیک ابراہیم علیہ السلام و حبیبک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ذبح اس طرح کرے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے تین رگیں کٹ جائیں اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرے تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جانور جب تک ٹھنڈا نہ ہو جائے یعنی جب تک اس کی روح بالکل نہ نکل جائے اس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں اور نہ کھال اتاریں اس چیز کا خاص خیال رکھیں کیونکہ گوشت کاٹنے والے عموماً اس کا لحاظ نہیں کرتے اور جلدی کی وجہ سے یہ لوگ فوراً ہی کھال اتارنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اگر دوسرے کی طرف سے ذبح کرنا ہے تو منی کی جگہ من کے بعد اس کا نام لے۔

کی ممانعت آئی ہے وہ منسوخ ہے اور اگر اس شخص کے اہل و عیال بہت ہوں اور وہ صاحب وسعت بھی نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں ہی کیلئے رکھ چھوڑے۔

مسئلہ: قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ اغنیاء کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے وہ منت ماننے والے غنی ہوں یا فقیر دونوں کا ایک ہی حکم ہے خود نہیں کھا سکتا نہ غنی کو کھلا سکتا ہے۔

مسئلہ: میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے اور دوست و احباب کو دے فقیروں کو دے یہ ضروری نہیں کہ سارا گوشت فقیروں کو دیدے کیونکہ گوشت اس کی ملک ہے یہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر میت نے کہہ دیا ہے کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت کا صدقہ کر دے۔

قربانی کے چمڑے کا حکم: قربانی کے چمڑے، اور اس کی جھول اس کی رسی اور اس کے گلے میں اگر ہار ڈالا تو اس ہار اور ان سب چیزوں کو صدقہ کر دے۔ قربانی کے چمڑے کو خود بھی اپنے کام میں لاسکتا ہے یعنی اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لاسکتا ہے مثلاً اس کی جانماز بنائے تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان۔ ڈول وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے یہ سب کر سکتا ہے۔ چمڑے کا ڈول بنایا تو اسے اپنے کام میں لائے اسے اجرت پر نہ دے اور اگر اجرت پر دے تو اس قیمت کا صدقہ کر دے۔

مسئلہ: اگر قربانی کی کھال کو روپے کے عوض میں بیچا مگر اس لئے نہیں کہ اسکو اپنی ذات پر یا بال بچوں پر صرف کرے گا بلکہ اس لئے کہ اسے صدقہ کر دیگا تو جائز ہے جیسا کہ آج کل لوگ کھال مدارس دینیہ میں دیا کرتے ہیں اور بعض مرتبہ وہاں کھال بھیجنے میں دقت ہوا کرتی ہے تو اسے بیچ کر روپیہ مدارس کو دے دیتے ہیں یا محتاج شخصوں کو دینا ہوتا ہے تو اسے بیچ کر قیمت ان فقراء پر تقسیم کر دیتے ہیں یہ بیع جائز ہے اس میں حرج نہیں۔

مسئلہ: گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو چمڑے کا ہے کہ اس کو اگر ایسی چیز کے بدلے بیچا کہ جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جائے تو صدقہ کر دے۔

حضرت شاہ دانا ولی بریلوی۔ حیات و خدمات

از: ڈاکٹر محمد حسن قادری ایم۔ اے (اردو، پولیٹیکل سائنس) پی۔ ایچ۔ ڈی

وقت کے معروف ولی کامل اور عارف باللہ بزرگ تھے۔ آپ کے صرف دو خلیفہ تھے ایک شاہ دانا ولی اور دوسرے حضرت شاد عالم کرمانی۔ شاہ دانا ولی نے ترک و تجرید کی زندگی بسر کی۔ آپ انتہائی متقی، پرہیزگار خدا رسیدہ بزرگ تھے عبادت و ریاضت اور خلق خدا کی حاجت روائی آپ کا شغل تھا۔

آپ جامع شریعت و طریقت تھے آپ کا سینہ عشق رسول کا گنجینہ تھا۔ آپ اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامت ولی و قطب تھے۔ دور دور تک آپ کی شہرت تھی۔ بریلی کا علاقہ آپ کے فیوض برکات سے خاص طور پر مستفیض ہوا۔ حضرت شاہ دانا نے اپنے دور کی اسلام مخالف تحریکوں کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ نے دین اسلام کی سربلندی اور دشمن اسلام کی سرکوبی کے لئے تلوار کا بھی استعمال کیا۔ یہاں تک کہ شہنشاہ اکبر جیسے طاقتور حکمران کی بھی پرواہ نہ کی اور اس کے ایجاد کردہ مذہب ”دین الہی“ کے خلاف جہاد باسیف کیا۔

شہنشاہ اکبر کا دور الحاد و بے دینی کا دور تھا، عقائد فاسدہ کی گرم بازاری تھی۔ اکبر کے مصاحبین میں شیخ مبارک کے بیٹے ابو الفضل (۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء) اور فیضی (ف ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۳ء) جیسے آزاد خیال اور مذہب سے بے بہرہ لوگ شامل تھے۔ اکبر خود بھی مجتہد عصر بن بیٹھا اور اس نے مختلف مذاہب کی اُن باتوں کو جو اسے پسند آئیں جمع کر کے معجون مرکب یعنی ایک مذہب ایجاد کیا جس کا نام اس نے ”دین الہی“ رکھا چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے اس مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی جانے لگی۔ علمائے شریعت سے ملکی اختیار چھین لئے گئے اور اسلام کی کھلی توہین و رسوائی کی جانے لگی۔ حضرت مجدد الف ثانی، میر عبد الواحد بلگرامی وغیرہم جید علمائے کرام نے شہنشاہ اکبر کے ایجاد کردہ مذہب ”دین الہی“ کے خلاف، قلمی لسانی جہاد کیا لیکن حضرت شاہ دانا

عہد رسالت سے لے کر آج تک دین اسلام کی ترسیل و تبلیغ نشر و اشاعت اور تحفظ و بقا کے لئے ائمہ مجتہدین، علماء، فضلا اور صوفیاء نے ایسے ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں جو تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے گئے ہیں۔

ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاں ایک طرف سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز و محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء وغیرہم کے روحانی فیضان نے لاکھوں انسانوں کے قلوب کو ایمان کی روشنی سے منور و مچلی فرمایا اور شیخ الہند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی شیخ احمد سرہندی وغیرہ کے قلمی مجاہدانہ کارناموں نے لاکھوں مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت کی وہیں دوسری جانب بہت سے علماء، صوفیاء، اولیاء ایسے بھی ہوئے کہ جنہوں نے سیف بے نیام کے ذریعہ باطل طاقتوں کا مقابلہ کر کے ان کا قلع قمع کر دیا۔ انہیں اسلاف کرام میں ۱۶ ویں صدی عیسوی عہد اکبری کے ایک جلیل القدر ولی کامل حضرت شاہ دانا ولی کی بھی ہے جنہوں نے حمایت حق کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت شاہ دانا کا خاندان محمد بن قاسم کے عہد میں ہندوستان وارد ہوا اور سلطان علاء الدین کے زمانہ میں دہلی منتقل ہوا۔ آپ کے مورث اعلیٰ کٹرہ مانک پور کے قاضی ہوئے قاضی صاحب کے دوسرے خاندانی لوگ فتح پور ہسوہ میں آباد ہو گئے۔ قاضی اسد اللہ بدایوں میں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ دیگر خاندانی لوگ پرانا شہر بریلی کے محلہ صوفی ٹولہ میں آباد ہوئے اور محلہ قاضی ٹولہ آباد کیا۔ شادانا صاحب اسی گھر کے دو بھائی تھے ایک ابو محمد اور دوسرے شاہ دانا صاحب۔ ابو محمد کی نسل محلہ قاضی ٹولہ میں آباد ہے۔ حضرت شاہ دانا ولی حضرت بدر چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت بدر چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے

نے عرب بہادر نیابت خاں کے ساتھ اکبر کی بے دینی کے خلاف جہاد بالسیف (تلوار سے جہاد) کیا۔ اس وقت بریلی اور سنبھل کا گورنر نواب حکیم عین الملک شیرازی تھا۔ حضرت شاہ دانا نے عرب بہادر نیابت خاں کے ساتھ شہنشاہ اکبر کی بے دینی کے خلاف خروج کیا۔ گورنر عین الملک نے بریلی کے قلعے کو مستحکم کیا اور گرد و نواح کے جاگیرداروں کے ساتھ حضرت شاہ دانا کا مقابلہ کیا۔ کچھ امراء نے حضرت شاہ دانا کی حکیم عین الملک سے مصالحت کرنا چاہی مگر حضرت شاہ دانا کی غیرت دینی نے یہ گوارہ نہ کیا کہ وہ اسلام دشمنوں سے کسی طرح کی مصالحت کریں لہذا شاہ دانا ولی نے مصالحت سے صاف انکار کر دیا۔ مجبور ہو کر گورنر عین الملک نے سازش کر کے نیابت خاں کو اپنی طرف ملا لیا۔ نیابت خاں کی غداری سے حضرت شاہ دانا کی طاقت کمزور ہو گئی لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور پورے استقلال، عزم اور حوصلہ کے ساتھ سنت حسینی پر عمل کیا اور اکبر کی باطل قوت سے مقابلہ کرتے ہوئے (۱۵۸۲ء/۹۹۰ھ) میں جام شہادت نوش کیا۔ اس طرح حضرت شاہ دانا ولی کی سن شہادت (۱۵۸۲ء/۹۹۰ھ) ہے۔

حضرت شاہ دانا ولی کی درگاہ کے قرب و جوار کا پورا علاقہ شاہ دانا محلہ کے نام سے مشہور ہے۔ دور دور کے مجذوب اور فقیر اکثر آتے رہتے ہیں۔ سحر اور آسیب زدہ لوگوں کا ہجوم ہر وقت آپ کے مزار مبارک پر رہتا ہے۔ اور شفایاب ہو کر لوگ واپس ہوتے ہیں۔ سینکڑوں مراد مانگنے والے لوگ روزانہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔ قبولیت دعا کیلئے یہاں کا قرب مشہور ہے۔ مجاہد جنگ آزادی حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے نبیرہ جناب حیدر حسین خاں رحمۃ اللہ علیہ نہایت عالی مرتبت اہل باطن میں سے گزرے ہیں۔ آپ نے چالیس سال تک مسلسل صرف دہی کے پانی پر گزر رکی اور دہی والے میاں کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت شاہ دانا ولی سے غایت عقیدت و محبت رکھتے تھے اکثر مزار اقدس پر تشریف لے جاتے اور یہ شعر پڑھتے۔

خوب واقف ہے میرے حال سے شاہ دانا
عرض حاجت تیری درگاہ میں نادانی ہے
یہاں اس بات کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ حضرت شاہ دانا ولی کا حضرت شاہ بدیع الدین علیہ الرحمہ مدار سے کوئی تعلق نہ تھا۔ کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت شاہ دانا صاحب حضرت شاہ بدیع الدین مدار علیہ الرحمہ کے خلفائے کامل الفیض میں سے تھے اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار علیہ الرحمہ نے آپ کو بریلی تعینات کیا تھا۔ اس دعوے کی تاریخی حیثیت کچھ نہیں ہے۔ حضرت بدیع الدین مدار حضرت شیخ طیفور بسطامی کے مرید تھے اور ۲۰ دسمبر ۱۴۳۲ء کو ایک سو چوبیس سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ شاہ دانا ولی کی (۱۵۸۲ء/۹۹۰ھ) میں شہادت ہوئی اگر حضرت شاہ دانا ولی کی عمر سو سال مان لی جائے تو حضرت شاہ دانا ولی کی ولادت ۱۴۸۲ء میں ہوئی۔ اس طرح حضرت شاہ دانا ولی حضرت بدیع الدین مدار کے وصال کے ۲۸ سال بعد پیدا ہوئے۔ تو وہ کس طرح حضرت بدیع الدین مدار کے خلیفہ ہو گئے؟ اس طرح کے دعویداروں کا دعویٰ غلط و بے بنیاد اور لغو ہے۔ حضرت شاہ دانا شہید کے مزار پر حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے گورنر مکرند رائے نے ایک شاندار گنبد اور خوبصورت چہار دیواری بنوائی تھی مگر گنبد شکستہ ہو گیا تھا اور کسی بھی وقت منہدم ہو سکتا تھا۔ اس لئے اب یو۔ پی سنی سنٹرل وقف بورڈ کے مقرر کردہ متولی جناب عبدالواجد خاں صاحب گنبد کی تعمیر جدید کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ موصوف نے حضور صاحب سجادہ مدظلہ اور ان کے شہزادے حضرت احسن میاں صاحب وغیرہ کے مشورہ سے تقریبات عرس میں بھی کافی تبدیلیاں کیں۔ چنانچہ یکم ربیع الثانی سے شروع ہونے والی ہفت روزہ تقریبات میں صرف قوالیوں کا پروگرام ہوتا تھا۔ مگر اب عبدالواجد خاں صاحب نے مشاعرہ نعت و منقبت و علمائے کرام کی تقاریر کے پروگرام بھی شامل کر دئے ہیں جس میں شہزادگان اعلیٰ حضرت بھی شریک ہوتے ہیں جو یقیناً قابل تحسین بات ہے۔

امام اعظم اور فن حدیث

از: مولوی محمد سخاوت علی درجہ تخصص فی الفقہ سال دوم منظر اسلام بریلی شریف

تھی۔ جب کہ دوسرے محدثین کے اصول و ضوابط کافی شہرت پذیر ہوئے۔ اس کا سبب علم حدیث میں ان کی سہل پسندی تھی۔ تاہم حضرت امام کی احتیاط پسندی میں جو فوائد مضمّن تھے، اہل نظر اس کا انکار نہیں کر سکتے۔

یہ حقیقت ہے کہ جہالت سے لبریز تعصب کی دنیا میں قدیل صداقت روشن ہو جائے پھر بھی تاریک پسند فائدہ نہیں اٹھا سکتے مگر جن کے دلوں میں شمع حقائق فروزاں ہے ان کی نگاہیں ٹھنڈی ہوں گی اور عقیدت امام بالیدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے گی۔

اسی جذبہ کے تحت متعدد کتابوں میں فنون حدیث سے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تحقیقی موتیوں میں سے چند موتی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ علم حدیث میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مرتبہ معلوم کیا جاسکے اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ ائمہ حدیث نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اقوال و فرمودات پر کتنا بھروسہ کیا ہے۔

جرح و تعدیل: فن حدیث نام کے شعبوں میں سب سے اہم شعبہ فن جرح و تعدیل ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ صحیح و ضعیف میں امتیاز ہوتا ہے، یہی وہ چیز ہے جو شریعت کو صحیح و غلط کا مجموعہ ہونے سے روکتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال احمد اسحاق نے اس کی ضرورت پر یوں تبصرہ کیا ہے۔ ”جرح و تعدیل کا اصل مقصد شریعت کی حفاظت کرنا ہے۔ ہر طرح کی فتنہ سامانیوں سے اس کو پاک رکھنا، مدخل چیزوں سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس سے نہ کسی کی عیب جوئی کرنا مقصد ہے نہ کسی کی خوش نودی حاصل کرنا بلکہ اس کا مقصد اظہار حقیقت کرنا ہے تاکہ اس کی روشنی میں احادیث رسول کی دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کی جاسکے۔“ (فن جرح و تعدیل، اقبال، ص: ۱۷۹)

رئیس المجتہدین، سید المحدثین، کاشف الغمہ، سراج الامۃ سیدنا سرکار امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ جس طرح دنیائے فقہ و اجتہاد میں یکتائے روزگار ہیں اسی طرح فن حدیث میں بھی درجہ امامت پر فائز ہیں۔ جہاں آپ نے استخراج مسائل کے اہم و بنیادی مضبوط و مستحکم قواعد و ضوابط مقرر کئے اور پھر کتاب و سنت کی روشنی میں ہزاروں جزئیات مستنبط فرمائے وہیں علم حدیث کے تمام شعبوں میں بھی بنیادی اصول وضع کئے جو آگے چل کر دوسرے محدثین کیلئے معاون و مددگار ثابت ہوئے۔ چونکہ آپ کے تلامذہ نے فقہی مسائل کو تو کتب و رسائل کی شکل میں جمع کر دیا تھا جو آگے چل کر آپ کے مذہب کے نام سے متعارف ہوا لیکن یہ حضرات علم حدیث کے باب میں آپ کے اقوال و فرامین اور اصول و ضوابط کو جمع نہ کر سکے جس کے سبب عام لوگ علم حدیث میں آپ کا مقام و مرتبہ جاننے سے محروم ہو گئے اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ نادان لوگ کہنے لگے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم حدیث میں کورے تھے، حدیث نہیں جانتے تھے اور آپ کے جملہ مسائل قیاس و عقل کا نچوڑ و چربہ ہیں۔ حالانکہ تھوڑی توجہ کے ساتھ کتب حنفیہ اور دیگر انصاف پسند محدثین کی تالیفات کا مطالعہ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ امام اعظم کی محدثانہ بصیرت اور فن حدیث میں آپ کا بلند مقام و مرتبہ نہ سمجھ میں آئے۔

ہاں فن فقہ میں آپ کے مذہب کو جو مقبولیت حاصل ہوئی اس کی وجہ سے فقہی میدان میں آپ کے مقام و مرتبہ اور استخراج مسائل میں آپ کے ملکہ کو تو دنیا والوں نے خراج تحسین پیش کیا مگر اس کے بالمقابل علم الحدیث میں آپ کا مرتبہ اتنا مشہور و مقبول نہ ہوا۔ اس کی وجہ روایت حدیث میں آپ کی شدت نہیں بلکہ آپ کی احتیاط پسندی

اس اہم میدان میں وہی قدم رکھ سکتا ہے جس کے اندر اس کی اہلیت ہو۔ نا اہل اگر کسی راوی پر کلام کرے تو اس کی بات قابل رد و ابطال ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے جارج و معدول کیلئے متعدد شرطیں بیان کیں ہیں۔

جرح و تعدیل کے شرائط: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”جرح و تعدیل اسی سے قبول کیا جائے جو عادل اور چاک و چوبند ہو“ نیز فرمایا: ”اس فن میں گفتگو کرنے والے کو جرح و تعدیل میں تساہل پسندی سے ڈرنا چاہئے اس لئے کہ تساہل پسند شخص سے خطرناک غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ ثقہ کو ضعیف اور ضعیف کو ثقہ قرار دے سکتا ہے“ (نزہۃ النظر ص: ۱۳۵)

امام ذہبی فرماتے ہیں: ”اگر تم اپنے آپ کو سمجھ دار، سچا امانت دار اور پرہیزگار سمجھتے ہو تو یہ کام کرنے کی جرأت کرو اور اگر ایسا نہیں تو بلاوجہ پریشان مت ہو۔ اگر خواہش نفس، تعصب و تنگ نظری اور مذہب پرستی تم پر غالب ہے تو برائے مہربانی اس کام کیلئے تکلیف نہ اٹھاؤ“ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶)

امام سبکی فرماتے ہیں: ”جارج کی جرح اگر مفسر بھی ہو تو بھی قابل قبول نہیں جب کہ اگر یہ پتہ چل جائے کہ یہ جرح عصیبت یا دنیاوی چپقلش کی بنیاد پر کی گئی ہے۔“ (طبقات الشافعیہ جلد اول صفحہ ۱۸۸)

علامہ ابن جماعہ فرماتے ہیں: ”جو شخص اسباب کو نہیں جانتا ہے اس کی جرح و تعدیل مقبول نہیں“ (الرفع والکمیل صفحہ ۹۸)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”اگر جرح و تعدیل اسباب جاننے والے کی طرف سے صادر نہ ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں“ (نزہۃ النظر صفحہ ۱۳۴)

راوی پر کلام کرنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ کلام عرب، اس کے محاورات، الفاظ کے مدلولات اور خاص طور سے عربی کلمات کے معانی و مفہوم کا عارف ہو تا کہ جرح و تعدیل کیلئے مناسب کلمہ استعمال کر سکے۔ ایسا نہ ہو کہ بہت زیادہ مبالغہ اور شدت یا نرمی ہو جائے یا مدلول پر دلالت نہ کرے۔ (القاعدہ فی الجرح والتعدیل صفحہ ۵۲)

ان تمام ارشادات ائمہ کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ حقیقی معنوں میں جارج و معدول وہی ہو سکتا ہے جو فی نفسہ عادل و ثقہ، بیدار مغز، متقی، پرہیزگار، سچا دیانت دار، خواہش نفس و تنگ نظری گروہی تعصب، دنیاوی چپقلش سے پاک، اسباب جرح و تعدیل کا عالم، کلام عرب، محاورات عرب، مدلولات، الفاظ عرب کا عارف ہو۔ جس کے اندر یہ صفات پائی گئیں اہل فن نے اسی کو قبول کیا اور جو ان صفتوں میں سے کسی ایک سے بھی عاری ہو اس کی بات رد کردی گئی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس فن میں قبول کیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے اندر یہ ساری صفات موجود تھیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ امام اعظم نے کن کن راویوں پر کلام فرمایا ہے، کون آپ کے نزدیک ثقہ ہے اور کس کی آپ نے تضعیف کی ہے۔ اس سلسلہ میں ہم چند مثالیں پیش کر رہے ہیں

مثال اول: مشہور راوی عطاء بن رباح اور جابر جعفی کے بارے میں فرمایا ”ما رایت الا کذب من جابر الجعفی والا فضل من عطاء“ (تہذیب التہذیب جلد دوم صفحہ ۴۸)

(یعنی میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن رباح سے زیادہ بہتر کسی کو نہ دیکھا) اس میں جابر کی تضعیف اور عطاء کی توثیق ہے۔ امام ترمذی نے اپنی تصنیف کتاب العلل میں سرکار امام اعظم کا یہ قول بطور استدلال پیش کیا ہے۔

مثال دوم: حضرت سفیان ثوری کے بارے میں جو نظریہ اور رائے آپ نے پیش فرمائی اسے امام بیہقی نے بہ سند اتصال یوں نقل کیا ہے۔

”عن عبد الحمید الحمان سمعت اباسعد الصنعانی وقام الی ابی حنیفۃ فقال یا ابا حنیفۃ ما تقول فی الاخذ عن الثوری؟ فقال اکتب عنہ فانہ ثقہ (الجواہر المصنوعہ جلد اول صفحہ ۳۰)

یعنی حمید جمانی سے مروی ہے کہ میں نے ابوسعید کو امام اعظم کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے ابو حنیفہ سفیان ثوری سے حدیث لینے کے بارے آپ کی رائے کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ

ان سے حدیثیں لکھو کیونکہ وہ ثقہ ہیں۔ اس میں امام سفیان ثوری کی توثیق ہے۔

مثال سوم: زید بن عیاش کے بارے میں فرمایا ”انہ مجہول“ (وہ مجہول ہیں) (تہذیب التہذیب جلد سوم صفحہ ۴۲۴)

اس راوی کے بارے میں ابن عبد البرہ، ابن جزم، طبری، عبد الحق، طحاوی وغیرہ نے سرکار امام اعظم کا فیصلہ قبول کیا ہے اور تقریباً امام بخاری و مسلم بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ امام حاکم کی روایت سے پتہ چلتا ہے۔ والشیخان لم یخرجاہ لما خشیا من جہالۃ زید بن عیاش، ”شخصین نے زید بن عیاش کے مجہول ہونے کے اندیشے سے اس کے حوالے سے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے۔“ (تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۴۲۴)

مثال چہارم: ایک راوی طلق بن حبیب ہے سرکار امام اعظم نے اس کی تضعیف کرتے ہوئے فرمایا ”طلق بن حبیب کان یری القدر“ (اجواہر المصنۃ جلد اول صفحہ ۳۰) یعنی طلق بن حبیب قدری فرقہ کے عقائد رکھتا تھا۔

طلق بن حبیب کے تعلق سے آپ کے اس قول و جرح کو بہت سے ائمہ فن نے قبول کیا ہے۔

امام ابو حاتم نے کہا: ”کان یری الرجاء“

ابن سعد نے کہا ”کان مرجحاً ثقہ ان شاء اللہ تعالیٰ“

ازوی نے کہا ”کان داعیۃ الی مذہبہ ترکوہ“ (تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۱) ان تمام حضرات کے ان اقوال کی بنیاد سرکار امام اعظم کا یہی قول ہے۔

مثال پنجم: امام جعفر محمد بن صادق کے بارے میں فرمایا ”مارایت افقہ من جعفر بن محمد“ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۵۷)

مثال ششم: عمرو بن عبید کے بارے میں فرمایا ”لعن اللہ عمرو بن عبیدہ فانہ فتح للناس بابا فی علم الکلام“ (اجواہر المصنۃ جلد اول ص ۳۱)

مثال ہفتم: جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان کے بارے میں فرمایا ”قاتل اللہ جہم بن صفوان و مقاتل سلیمان هذا فرط فی النفس و هذا فرط فی التشبیہ“ (الجواہر المصنۃ جلد اول صفحہ ۳۱)

مثال ہشتم: ربیعہ اور ابوزناد کے بارے میں فرمایا ”رایت ربیعۃ و ابوا الزناد افقہ“ (تذکرۃ الحفاظ و ترجمہ ابوزناد) امام اعظم اور فن اسماء الرجال: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان فن اسماء الرجال میں سمجھنے کیلئے یہ عبارت ملاحظہ کر لیں۔ ابوسلیمان الجوزجانی نے کہا ”سمعت حماد بن زید یقول ما عرفنا کنیۃ عمرو بن دینار الابابی حنیفۃ کنا فی المسجد الحرام و ابو حنیفۃ مع عمرو بن دینار فقلنا لہ یا ابا حنیفۃ کلمتہ یحدثنا فقال یا ابا محمد حدثہم“ (الجواہر المصنۃ جلد اول صفحہ ۳۰)

میں نے حماد بن زید سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں عمرو بن دینار کی کنیت کا علم نہ تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ ہمیں ان کی کنیت کا علم ہوا۔ ہوا یوں کہ ایک بار ہم مسجد حرام میں تھے اور حضرت امام ابو حنیفہ عمرو بن دینار کے پاس ہی تھے، ہم نے امام صاحب سے کہا کہ آپ ان سے کہئے کہ حدیث بیان کریں۔ آپ نے ان سے فرمایا، اے ابو محمد! ان کو حدیث سناؤ جب کہ حماد بن زید اس عظیم شخصیت کا نام ہے جو فنون حدیث پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ یہ حماد بن زید کون ہیں ان کی شان عظمت سمجھنے کیلئے امام عبد الرحمن کا یہ قول پڑھئے ”میں نے ان سے زیادہ سنت (حدیث) کا جانکار نہیں دیکھا“ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۳۲۵)

امام اعظم کے متعلق ائمہ فن کی آرا: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جس راوی کے بارے میں جو فرما دیا بعد والوں کیلئے وہی حرف آخر ثابت ہوا اس لئے سارے قارئین نے ان کے اقوال کو انشراح صدر کے ساتھ قبول فرمایا۔ حافظ عبد القادر قریشی فرماتے ہیں۔ ”اعلم ان الامام ابا حنیفۃ قد قبل قوله فی الجرح و

لتعديل و تلقو عنه علماء هذا الفن و عملوا به“ (الجواهر
المضیة جلد اول صفحہ ۳۰)

جرح و تعدیل میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات قبول کی
گئی اور اس فن کے علماء نے اسے اپنایا ہے اور اس پر عمل پیرا بھی
ہوئے ہیں۔

امام اعظم اور عرض و سماع: عرض و سماع سے متعلق امام نووی فرماتے
ہیں ”سماع الشيخ وهو املاء غيره من حفظ و من
كتاب“ (تقریب النوی صفحہ ۲۳۹)

سماع یہ ہے کہ شیخ شاگرد کو اپنی یادداشت سے یا کتاب سے سنائے یا
املاء کرائے۔

عرض کے متعلق حافظ ابن کثیر نے لکھا ”القرأة علی الشيخ حفظا و من
كتاب وهو العرض عند الجمهور“ (اختصار علوم الحدیث ۱۱۰)

شاگرد اپنے شیخ کے سامنے اپنی یادداشت سے یا کتاب سے دیکھ کر
پڑھے، جمہور کے نزدیک یہ عرض ہے۔ روایت حدیث کے یہ دونوں
طریقے غیر مختلف فیہ ہیں، ان کی صحت پر سب کا اتفاق ہے ہاں اس
میں اختلاف ہے کہ یہ دونوں طریقے یکساں ہیں، یا ان میں کوئی اعلیٰ
ہے اور کوئی کم درجہ کا تو اس سلسلے میں امام اعظم کا موقف ملاحظہ
کریں۔

مکی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے تھے کہ ”میں استاذ کے روبرو پڑھوں تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے
بہ نسبت اس کے کہ استاذ پڑھے اور میں سنوں“

”الکفایۃ فی علوم الروایۃ صفحہ ۲۷۶“

حسن بن زیاد لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔
”تمہارا محدث کے سامنے پڑھنا اس سے سننے کے مقابلہ میں زیادہ
ثابت اور مؤکد ہے کیونکہ استاذ جب تمہارے سامنے پڑھے تو وہ
صرف کتاب ہی پرھے گا اور جب تم پڑھو گے تو وہ کہے گا کہ میری
جانب سے وہ بیان کرو جو تم نے پڑھا ہے اس لئے یہ مزید تاکید
ہوگی۔ (اختصار علوم الحدیث صفحہ ۱۱۰)

اس عرض و سماع سے متعلق حافظ ابن الصلاح نے امام اعظم کا مذہب
یوں بیان کیا۔ ”فنقل عن ابی حنیفہ و ابن ابی ذئب و غیرہا
ترجیح القراءة علی الشيخ علی السماع من لفظه“ (مقدمۃ ابن الصلاح صفحہ ۵۲) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام
ابن ابی ذئب نے قرأۃ علی الشیخ کو سماع پر ترجیح دی ہے۔

عرض و سماع کا انداز تعبیر: یہ تو واضح ہے کہ شاگرد استاذ سے سنی ہوئی
روایت کو بیان کرتے وقت حدیث یا خبر نا کہے گا، لیکن قرأۃ علی الشیخ
یعنی خود استاذ کے سامنے پڑھا ہے پھر اسے کسی اور سے روایت کرے
تو اسے کن لفظوں میں بیان کرے گا اور انداز تعبیر کیا ہوگا تو اس
صورت میں متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ قرأۃ علیہ یا قری علیہ و انا
اسمع کہنا چاہئے۔ لیکن ایسی صورت میں حدیث یا خبر نا جیسے الفاظ
استعمال کرنا درست ہوگا یا نہیں تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ
عنہ کا اس سلسلہ میں مذہب یہ ہے کہ وہ روایت کے وقت حدیث سے
تعبیر کر سکتا ہے چنانچہ اس کے تعلق سے امام ابو یوسف فرماتے ہیں۔
”میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص
جس نے محدث کو حدیث سنا کر حدیث حاصل کی ہے، کیا اس کے
لئے گنجائش ہے کہ وہ حدیث کہے؟ فرمایا ہاں اس کیلئے گنجائش ہے کہ وہ
یہ کہے کہ حدیثی فلان اور سمعت فلانا، اور اس کا یہ کہنا ایسا ہی
ہے جیسے کسی شخص کے سامنے اقراری دستاویز کو پڑھا جائے اور کہہ
دے کہ اس نے میرے سامنے اس دستاویز کے سارے مندرجات کا
اقرار کیا ہے۔“ (الکفایۃ فی علوم الروایۃ صفحہ ۳۰۷)

امام ابو عاصم النبیل کہتے ہیں کہ ”میں نے امام مالک ابن جرح،
سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص اگر شیخ کے
سامنے حدیث پڑھ رہا ہے تو کیا اسے نقل و روایت کے موقع پر حدیث
کہنا درست ہے؟ سب کا متفقہ جواب یہ تھا کہ کوئی حرج نہیں“
(الکفایۃ فی علوم الروایۃ صفحہ ۳۰۷)

معروف محدث یحییٰ بن ایوب نے فرمایا ”میں نے ابوقطن سے سنا
ہے، وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے امام اعظم ابو حنیفہ نے کہا میرے

سامنے پڑھو اور حد ثنا کہو۔ اگر میرے خیال میں اس میں کوئی حرج ہوتا تو میں ایسا کہنے کا تمہیں ہرگز حکم نہ دیتا“ (الکفایۃ فی علوم الروایۃ صفحہ ۳۰۷)

امام اعظم اور عرض مناولہ: مناولہ یہ ہے کہ محدث طالب کو اپنی مسموعات پر مشتمل کتاب دے اور کہہ دے کہ تم اس کو میری جانب سے روایت کرو، یا طالب کو کتاب کا مالک بنادے، یا لکھنے کیلئے کتاب عاریتاً دیدے۔ یا طالب شیخ کے پاس اپنی مسموعات کی کتاب لے کر آئے۔ شیخ اسے دیکھ کر طالب کو کہہ دے کہ تمہیں اس کتاب کے مشمولات کو بیان کرنی کی میری جانب سے اجازت ہے اس کو ”عرض المناولہ“ کہتے ہیں۔ (امام اعظم اور علم الحدیث صفحہ ۵۵۴)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ س شکل کی روایت کا مقام کیا ہے؟ بعض لوگوں نے عرض مناولہ کو سماع کے مساوی قرار دیا ہے۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ اور چند دوسرے محدثین کا یہ کہنا کہ عرض مناولہ کا درجہ سماع اور قرأت علی الشیخ کے درجے سے کم تر ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے فرمایا ”و الصحيح انها منحة عن السماع و القراءة وهو قول الثوري و الاوزاعي و ابن المبارك و ابی حنیفہ“ (مقدمة ابن الصلاح صفحہ ۵۳)

اور صحیح یہی ہے کہ عرض مناولہ کا مقام سماع اور قرأت علی الشیخ سے نیچے ہے۔ یہی امام ثوری، اوزاعی، ابن مبارک اور امام ابو حنیفہ کا کہنا ہے۔

امام حاکم کہتے ہیں ”اما فقہائے الاسلام الذین افتوا فی الحلال و الحرام فانهم لم یروہ سماعاً منهم الشافعی و الاوزاعی و ابو حنیفہ و الثوری و ابن حنبل و ابن المبارک“ (معرفۃ علوم الحدیث صفحہ ۲۰۶)

وہ فقہائے اسلام جو حلال و حرام کا فتویٰ دیتے ہیں وہ عرض مناولہ کو سماع قرار نہیں دیتے جیسے امام شافعی، امام اوزاعی، امام ابو حنیفہ، امام ابن حنبل اور ابن مبارک۔

حدیث شاذ: محدثین نے چار قسم کی حدیثوں کو مقبول کیا ہے۔ (۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ، (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔ علامہ نووی نے حدیث صحیح لذاتہ کی یوں تعریف کی ہے ”هو ما اتصل بسندہ بالعدول الضابطين من غير شذوذ ولا علة“ جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل و تام الضبط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معطل ہو اسے صحیح لذاتہ کہتے ہیں حدیث صحیح میں جہاں اتصال سند اور راوی کا عادل و ضابط ہونا ضروری ہے، وہیں اس کا شذوذ و علت سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر شذوذ و علت میں سے کوئی چیز آگئی تو وہ حدیث معیار سے گر جائے گی۔ اس لئے شاذ کیا ہے ذرا اسے دیکھیں۔

حافظ ابو یعلیٰ خلیلی نے کہا:

”و الذی علیہ الحفاظ الشاذ مالیس له اسناد و احد یشذ به ثقة و غیر ثقة“ یعنی شاذ اسے کہتے ہیں کہ جس کی ایک ہی اسناد ہو اور جسے ثقہ و غیر ثقہ نے شاذ کے طور پر بیان کریں۔ بہت سے محدثین نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر اس لئے اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے بہت سے ثقہ شخصوں کی حدیثوں پر عمل نہیں کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ امام صاحب کا دستور یہ تھا کہ وہ خبر واحد کو اس باب کو دوسری حدیثوں اور معانی قرآن کے مجموعہ سے ملا کر دیکھتے، اگر خبر واحد کا مضمون ان کے مطابق ہوتا تو اس پر عمل کر لیتے ورنہ اسے قبول نہ کرتے اور اس کا نام شاذ رکھتے۔ امام اعظم کے شاگرد رشید قاضی امام ابو یوسف کے بیان سے بھی اس کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ”فایاک و شاذ الحدیث و علیک بما علیہ الجماعة من الحدیث و ما یعرفہ الفقہا و ما یوافق الكتاب و السنة (الرذعی سیر الاوزاعی صفحہ ۱۰۵) یعنی شاذ حدیث وہ ہے جو کتاب و سنت کے موافق نہ ہو اور فقہائے مجتہدین کے درمیان معروف نہ ہو۔

حقیقت حالی: حدیث مقام امام کی فوقیت: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (بقیہ صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

دہشت گردانہ حملے، انکاؤنٹر، انڈین مجاہدین۔ حقیقت یا افسانہ

بابری مسجد کی شہادت کے بعد مسلمانوں کو ہر محاذ پر کمزور، ظالم، دہشت گرد، شدت پسند اور تخریب کار ثابت کرنے والے افسانوں کی حقیقت بیان کرتی ایک چشم کشا تحریر

دوسری قسط

از: (مفتی) محمد سلیم بریلوی مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت و استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، سوداگران بریلی شریف

خطرناک قسم کے ہتھیار بھی نظر آ رہے تھے۔

دہشت گردی کے نام پر انکاؤنٹر کئے جانے والے مذکورہ بالا مقتولین میں سے ایک ”جاوید شیخ“ دوسرا ”امجد علی رانا“ تیسرا ”ذیشان جوہر“ اور چوتھی ممبئی کی رہنے والی ۱۹ سالہ لڑکی ”عشرت جہاں“ تھی جنہیں مورخہ ۱۵ جون ۲۰۰۲ء کو فرضی انکاؤنٹر دکھانے سے کئی دنوں پہلے اغواء کر کے ایک فارم ہاؤس پر رکھا گیا اور زرد و کوب کیا گیا پھر بے دردی سے قتل کر کے احمد آباد ممبئی شاہراہ پر ڈال دیا گیا۔ اس فرضی انکاؤنٹر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے عشرت جہاں کی والدہ شمیمہ کوثر بتاتی ہیں کہ ”انکاؤنٹر کے دوسرے دن میں اپنی دوسری بیٹیوں کے ساتھ گھر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک چند اجنبی لڑکیاں ہمارے دروازے پر آئیں اور ان میں سے ایک نے بتایا کہ آپ کی بیٹی انکاؤنٹر میں ماری جا چکی ہے۔ یہ سن کر میں حواس باختہ ہو گئی اور میری بچیاں رونے لگیں۔ کوئی مجھے اس وقت یہ جواب دینے والا نہ تھا کہ آخر میری ۱۹ سالہ بیٹی کا قصور کیا تھا؟ وہ بیٹی جو ہر صبح کو پانچ بجے سانس کالج جاتی۔ کالج سے لوٹ کر بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی اور فرصت کے اوقات میں کپڑے سل کر گھر کے اخراجات پورا کرنے میں میرا ہاتھ بٹاتی آخر وہ اچانک آتک وادی کیسے بن گئی؟ مجھے یقین تھا کہ میری بیٹی بے قصور ہے اس لئے میں نے ہمت کر کے قانون کی لڑائی لڑنے کا فیصلہ کیا“ ساتھ ہی شمیمہ کوثر نے یہ عزم بھی کیا کہ اپنی بیٹی کے انکاؤنٹر کی حقیقت سامنے لانے کے ساتھ گجرات پولس کے ذریعہ کئے جانے والے سہراب الدین، کوثر بی، تلسی پر جاپتی اور سورت کے ایک مدرسے سے گرفتار کئے گئے چار کشمیری نوجوانوں کے فرضی

پچھلے شمارے میں آپ حضرات نے یہ پڑھا کہ ہندوستان میں ہونے والے حالیہ دہشت گردانہ حملوں کو کس طرح انجام دیا گیا اور انہیں کتنی خوبصورتی کے ساتھ مسلمانوں کے سر منڈھ دیا گیا مگر بھلا ہو ہیمنت کر کرے اور مسٹر منی جیسے آفیسروں کا کہ اول الذکر نے بھگوا دہشت گردی کی حقیقت سے سب سے پہلے ہندوستانیوں کو آگاہ کیا اور ثانی الذکر نے ان حملوں کے پیچھے برسر اقتدار حکومتی سازش کو بے نقاب کیا۔

فرضی انکاؤنٹروں کی حقیقت: جس طرح یہ دہشت گردانہ حملے مسلمانوں کو بدنام کرنے اور ترقی پذیر مسلم نوجوانوں کو پھنسانے کا محض افسانہ تھے اسی طرح دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر یہ انکاؤنٹر بھی محض فرضی اور ایک افسانے سے کم نہیں جن کی حقیقت اب آہستہ آہستہ خود ملک کے اہم ادارے سی بی آئی کے ذریعہ سامنے آ رہی ہے۔

عشرت جہاں انکاؤنٹر کی حقیقت: یہ آج سے تقریباً ۹ سال پہلے کی بات ہے کہ لوگ مورخہ ۱۶ جون ۲۰۰۲ء کی صبح کو بیدار ہونے کے بعد ملکی و غیر ملکی حالات سے باخبر ہونے کے لئے اخبار اٹھاتے ہیں کہ اچانک تمام اخبارات کے پہلے ہی صفحے پر ایک صاف و شفاف شاہراہ پر تین نوجوانوں کے ساتھ ایک لڑکی آڑی ترچھی اور خون سے شرابور محو خواب نظر آتی ہے اور اس کے نیچے یہ عبارت دکھائی دیتی ہے کہ ”گجرات کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی کے قتل کے ارادے سے آنے والے دہشت گردوں کا پولس تصادم میں خاتمہ“ ساتھ ہی پولس اور اعلیٰ حکام کے بلند و بانگ دعوے اور ان لاشوں کے ارد گرد

انکاؤنٹروں کی حقیقت بھی سامنے ضرور آئے گی۔

جیسے جیسے یہ قانونی لڑائی اور سی بی آئی کی تفتیش آگے بڑھی ویسے ویسے یہ حقیقت بھی لوگوں کے سامنے آنے لگی کہ ان فرضی انکاؤنٹروں میں گجرات پولس کے اعلیٰ حکام مثلاً ”ونجارہ“ سنگھل“ اور اعلیٰ جنینس بیوریو کے راجیندر کمار کے ساتھ خود زیندر مودی اور ان کے سپہ سالار امت شاہ کا بھی ہاتھ تھا۔ چنانچہ عشرت جہاں اور اس کے تین ساتھیوں کے اس فرضی تصادم کی جانچ کرنے والی جانچ ایجنسی سی بی آئی نے گزشتہ دنوں احمد آباد کے ایڈیشنل چیف جوڈیشل مجسٹریٹ کی کورٹ میں اپنی پہلی چارج شیٹ جو داخل کی ہے اس میں اس تفتیش کرنے والی ایجنسی نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ ”عشرت جہاں کا دہشت گردوں سے کوئی تعلق نہیں تھا وہ بالکل بے قصور تھی جس کو گجرات پولس کے چار آئی پی ایس افسران کے ساتھ کل سات پولس والوں نے فرضی تصادم کا افسانہ بنا کر بے دردی کے ساتھ سفاکانہ طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ سی بی آئی نے اپنی پہلی چارج شیٹ میں جن پولس افسران کو مجرم و ملزم بنایا ہے ان میں معطل ڈی آئی جی ونجارہ، سابق ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل پولس پی پی پانڈے، ڈی سی پی زیندر، آئی پی ایس افسر جی ایس سنگھل، جے جی پرساد، ترون باروٹ، انا جو چودھری شامل ہیں۔

سی بی آئی کی چارج شیٹ کے مطابق پہلے ان چاروں مقتولین کو اغواء کیا گیا، انہیں حراست میں رکھا گیا اور پھر بے دردی کے ساتھ انہیں قتل کر دیا گیا۔ اس چارج شیٹ میں اگرچہ زیندر مودی اور امت شاہ کو نام زد نہیں کیا گیا ہے مگر ایسے اشارے اس چارج شیٹ میں ضرور موجود ہیں کہ جس سے معلوم پڑتا ہے کہ یہ فرضی تصادم ان لوگوں کے ایمپر وقوع پذیر ہوا ساتھ ہی اگرچہ اس میں واضح طور پر اعلیٰ جنینس بیوریو کے اعلیٰ حکام کے نام شامل نہیں ہے مگر سی بی آئی نے این بی کے اعلیٰ حکام مسٹر راجیندر سنگھ، ایم کے سنہا، پی متل اور راجیو وان کھیڑے کے خلاف جانچ جاری رکھنے کا عزم ظاہر کر کے انہیں بھی مشکوک قرار دیا ہے۔ جس کی وجہ سے

دونوں ہی جانچ ایجنسیوں کے درمیان کشیدگی اخباروں کی زینت بن چکی ہے۔ ایک طرف اعلیٰ جنینس بیوریو اپنے حکام کو کلین چٹ دے رہا ہے تو دوسری طرف سی بی آئی ان کو مشکوک مجرم قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہے۔ اور آہستہ آہستہ ان کا ملوث ہونا ثابت بھی ہوتا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں معطل ڈی آئی جی ونجارہ کو گرفتار بھی کیا جا چکا ہے اور سی بی آئی نے ان کے بیانات بھی درج کرنا شروع کر دیئے ہیں جس سے بہت جلد یہ ثابت ہو جائے گا کہ مذکورہ مقتولین کو خفیہ ایجنسیوں، پولس ایجنسیوں اور حکومتی اداروں نے مل جل کر مسلمانوں کو بدنام کرنے کیلئے بہیمانہ طور پر قتل کرایا تھا۔ جہاں اس سے ایک طرف مسلم مخالف پولس کی ذہنیت سامنے آتی ہے جو کوئی نئی اور قابل تعجب بات نہیں وہیں دوسری طرف ملک کے ان معتبر اداروں کا کردار بھی مشکوک نظر آتا ہے کہ جو بلا تفریق مذہب و ملت اعتبار کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اب حکومت کا کوئی بھی ادارہ یا کوئی بھی شعبہ مسلم مخالف اور بھگوا ذہنیت رکھنے والے افراد سے خالی نہیں ہے۔

بطلہ ہاؤس انکاؤنٹر: ابھی چند دنوں پہلے بطلہ ہاؤس انکاؤنٹر سے متعلق دہلی کی سیشن کورٹ کے ذریعہ شہزاد نامی نوجوان کو عمر قید کی سزا سنائی گئی ہے۔ اور کورٹ نے اس انکاؤنٹر کو حق بجانب قرار دیا ہے ساتھ ہی اس انکاؤنٹر میں مارے جانے والے نوجوان ساجد و عاطف کی پولس کے ہاتھوں موت کو حق و صحیح قرار دیا۔ ظاہر سی بات ہے کہ کوئی بھی کورٹ یا کچہری اپنا فیصلہ گواہوں کی گواہی کے مطابق ہی سناتی ہے اور پولس وغیرہ کیلئے آج کے دور میں گواہوں کا مہیا کرنا کوئی مشکل بات نہیں جبکہ ہر جگہ بھگوا ذہنیت کے لوگوں کی اجارہ داری ہو چکی ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ انکاؤنٹر بھی بالکل فرضی ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ بطلہ ہاؤس علاقے کے رہنے والے عینی شاہدین کو گواہ کے طور پر پولس نے کورٹ کے سامنے پیش نہ کیا اسی سے یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم مخالف بھگوا ذہنیت رکھنے والے افراد کی رسائی کہاں تک ہو چکی ہے اور ان کے ہاتھ کہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے۔ آمین (بقیہ آئندہ)

امام احمد رضا اور گستاخانِ خدا اور رسول۔ ایک جائزہ

از: محمد مصطفیٰ رضا بناری، معلم جماعت ثالثہ منظر اسلام بریلی شریف

۳۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں (ایضاً صفحہ ۲۸)

۴۔ نبی کا مرتبہ صرف بڑے بھائی کے برابر ہے۔ (معاذ اللہ) (ایضاً ۴۲ مکتبہ امدادیہ دیوبند)

انہیں مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی دوسری کتاب ”صراطِ مستقیم اور تیسری کتاب ”رسالہ یک روزی“ میں بھی اللہ و رسول اور فرشتوں کی شان میں گستاخانہ کلمات لکھے ہیں۔

(۲) مولوی رشید احمد گنگوہی: یہ بھی مدرسہ دیوبند سے متعلق تھے۔ اس شخص نے اپنی کتاب فتاویٰ رشیدیہ میں اس طرح لکھا۔ ”امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر اختیار اس کو خود نہ کرے گا یہ عقیدہ بندے کا ہے“ (معاذ اللہ) (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دہلی)

(۳) مولوی اشرف علی تھانوی: یہ بھی مدرسہ دیوبند ہی سے متعلق ہیں اس شخص نے اپنی کتاب ”الامداد“ اور حفظ الایمان میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے اور حضور کے علم غیب کو پاگل، بچوں، جانوروں اور عام لوگوں کے علم کے برابر و مثل بتایا ہے۔ (کتاب الامداد صفحہ ۳۷ مطبوعہ دیوبند)

(۴) مولوی خلیل احمد نیٹھوی: مدرسہ دیوبند کے مولوی خلیل احمد نیٹھوی نے ”براہین قاطعہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھ کر خدا اور رسول کی بارگاہ اقدس میں سخت گستاخانہ کلمات لکھے۔ اس کتاب کی تصدیق دیوبند مدرسہ کے دوسرے مولوی رشید احمد گنگوہی نے کی اور ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے جھوٹ کا امکان بھی ظاہر کیا ہے۔ کتاب کی عبارت اس طرح ہے۔ (۱) ”امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید

بنام اسلام خود کو مسلمان کہنے والے فرقہ ہائے باطلہ نے اسلام پر تنقیدیں کیں، تحریریں لکھیں طرح طرح کے حملے کئے اور تقدیس اولوہیت و عصمت رسالت پر انہوں نے گستاخانہ ضرب کاری لگائیں۔

فرقہ ہائے باطلہ میں روافض و خوارج کو تو ابتداء ہی میں خارج از اسلام قرار دیدیا گیا تھا لیکن ہر دور میں بنام اسلام ایسے باطل فرقے اور باطل جماعتیں وجود میں آتی رہیں۔ اور اللہ و رسول کی بارگاہوں میں دریدہ و فنی اور گستاخیوں کا سلسلہ دراز کرتی رہیں۔

چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے اندر بھی چند فرقے اور ان کے ایسے ہی مذہبی پیشوا ظاہر ہوئے جنہوں نے تقدیس الوہیت اور عصمت رسالت کو داغدار کیا اور اللہ و رسول کی مقدس بارگاہوں میں ایسی ایسی گستاخیاں کیں کہ کھلے ہوئے کفار و مشرکین بھی جن کی کبھی جرأت نہ کر سکے۔

چودھویں صدی ہجری کے ایسے ہی چند ہندوستانی گستاخانِ خدا و رسول کے اسماء اور ان کے اقوال درج ذیل ہیں۔

(۱) مولوی اسماعیل دہلوی: اس کو بانی مدرسہ دیوبند بھی کہا جاتا ہے۔ اس شخص نے ”تقویۃ الایمان“ نامی کتاب لکھی اور اس میں اس طرح کے گستاخانہ کلمات لکھے۔

۱۔ ”اس شہنشاہ کی یہ شان ہے کہ ایک آن میں حکم کن سے چاہے کروڑوں نبی اور ولی اور فرشتے اور جبرئیل و محمد کے برابر پیدا کر ڈالے“ (معاذ اللہ) (کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۲۱ مطبوعہ علمی پریس لاہور)

۲۔ ہر مخلوق چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (ایضاً ص)

جائز ہے یا نہیں۔

(۲) حضرت محمد ﷺ کی شان میں رفیع میں اس طرح گستاخی کی ہے۔ لکھتے ہیں ”شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت تو نص قطعی سے ثابت ہے مگر آں حضرت ﷺ کے علم کی وسعت کون سی نص سے ثابت ہے۔ (ص ۵۱)

یہاں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے حضرت پیغمبر اسلام ﷺ کے علم کو شیطان کے علم سے کمتر ثابت کیا ہے۔ معاذ اللہ!

(۵) مولوی قاسم نانوتوی: مولوی قاسم نانوتوی نے اثر ابن عباس کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے اس کی صحت کو ثابت کرنے کیلئے ”تخذیر الناس“ نامی کتاب لکھی جس میں اس نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کا نہ صرف یہ کہ انکار کیا بلکہ اس کے معنی اجماعی کو عوام کا خیال بتایا۔ اور پیارے آقا کے بعد بھی جدید نبی کے آنے کو صحیح قرار دیا۔ معاذ اللہ

(۶) مرزا غلام احمد قادیانی: مولوی اسماعیل دہلوی اور مدرسہ دیوبند کے پانچوں مولویوں کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اللہ اور رسول کی بارگاہوں میں شدید گستاخیاں کی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں دریدہ دہنی کرتے ہوئے خود کو ”مسیح موعود“ لکھا اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے نظریہ امکان کذب اور مولوی قاسم نانوتوی کے نظریہ عدم خاتمیت رسول سے فائدہ اٹھا کر خود کو نبی آخر الزماں قرار دیا اور ایک نئے مذہب ”قادیانی مذہب یا احمدی مذہب“ کی بنیاد رکھی۔

اس طرح اس کے ایک اجمالی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مذہبی حالات کتنے نازک تھے خود کو مسلمان اور مسلمانوں کا مذہبی پیشوا بتانے والے اسلام کو داغ دار اور اللہ و رسول کی شان میں گستاخیاں کر رہے تھے۔

امام احمد رضا اور تردید بد مذہبیاں: اس چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے شہر بریلی میں ایک عاشق رسول اور عظیم اور جلیل عالم دین اور امام امجد ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے جنہیں

آج زمانہ ”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا“ کے نام نامی اسم گرامی سے جانتا ہے انہوں نے ان گستاخوں کی عبارتوں اور کلمات کا سخت شرعی محاسبہ کیا اور ان کا ردِ بلیغ فرمایا۔

امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کے رد میں ایک کتاب بنام ”الکوکبۃ الشہابیہ“ لکھی اور اس میں ستر وجوہ سے مولوی اسماعیل دہلوی پر لزوم کفر ثابت کیا علاوہ ازیں ”سبحان السبوح“ سل السیوف الہندیہ“ نامی کتابوں میں بھی مولوی اسماعیل دہلوی کا رد کیا۔

امام احمد رضا کا کارنامہ تجدید: امام احمد رضا نے جہاں روافض و خوارج اور اسلام پر حملہ آور دیگر مذاہب اور باطل نظریات کا کھل کر ردِ بلیغ فرمایا وہیں آپ نے مندرجہ بالا گستاخان خدا اور رسول یعنی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی نیز مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں کتابیں بھی لکھیں اور پھر علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ کی کتاب ”المعتقد پر تعلیقات و حواشی بڑھا کر اس کا تاریخی نام ”المعتقد المستند“ رکھا اور اس میں مندرجہ بالا پانچوں گستاخان خدا و رسول کی عبارتیں جمع کر دیں پھر ۲۱ رزی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو حرمین طہیین کے علماء و مشائخ کے سامنے انہیں رکھا ان حضرات نے ان پانچوں کے خلاف کفر اور ارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا اور صاف لکھ دیا ”من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر“ واضح رہے کہ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علمائے حرمین طہیین کے پاس معاملہ لے جانے سے پہلے تھانوی گنگوہی وغیرہ سے ان کی گستاخانہ عبارتوں سے رجوع و توبہ کے مطالبہ کے لئے کافی طویل مراسلت کی تھی مگر یہ لوگ ضد پر اڑے رہے تب آپ نے علمائے حجاز مقدس کی طرف رجوع کیا۔

امام احمد رضا نے اس فتویٰ کو کتاب ”حسام الحرمین علی منخر الکفر والمین“ میں چھاپ کر عام کر دیا۔ تاکہ امت مسلمہ ان کے گستاخانہ چہروں سے واقف ہو کر ان کے دام تزویر سے محفوظ رہے۔ حرمین شریفین نیز دیگر بلاد اسلامیہ کے جن علماء و مشائخ نے ان پانچوں کے خلاف فتویٰ دیا اور امام احمد رضا کی تصدیق اور تائید کی نیز ان کی کتاب ”حسام

الحرمین علی منکر الکفر والمین، پر تقریظات رقم کیں ان میں سے چند کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔ مولانا اسماعیل کی محافظ کتب الحرام مکہ معظمہ (۲) مولانا حسن بن محمد مدرس حرم شریف (۳) شیخ عبدالقادر مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ (۴) شیخ سید عمر بن المصطفیٰ مدینہ منورہ (۵) شیخ علی بن علی الرحمانی مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ دیگر بلاد اسلامیہ کے علماء و مشائخ کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) شیخ عبدالحمید بن بکری العطار الشافعی ملک شام (۲) شیخ محمد تاج الدین محمد بدر الدین الحسینی ملک شام (۳) شیخ ابراہیم المعطی السقا الشافعی مدرسہ جامعہ ازہر مصر (۴) شیخ عبدالرحمن المصری مدرس جامعہ ازہر مصر (۵) شیخ محمد سعید بن عبدالقادر عراق۔

مجددیت کا اعتراف: ۱۳۲۳ھ میں اپنے دوسرے حج و زیارت کے موقع پر امام احمد رضا نے حضور ﷺ کے علم غیب کے اثبات میں صرف آٹھ گھنٹے میں زبان عربی میں ایک کتاب ”الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ“ لکھی جسے مکہ معظمہ کے گورنر نے سراہا اور تصدیق کی نیز حرمین طہیین و دیگر بلاد اسلامیہ کے ۳۴ علماء و مشائخ کہ جن میں ”حسام الحرمین علی منکر الکفر والمین“ کی تصدیق کرنے والے وہ علماء و مشائخ کہ جن کے اسماء ذکر کئے جا چکے ہیں انہوں نے بھی تقریظات لکھیں۔ کاغذ کے نوٹ کے جواز پر اس وقت حرمین شریفین کے علماء و مشائخ تذبذب میں مبتلا تھے، امام احمد رضا سے سوال کیا گیا تو آپ نے مکہ معظمہ ہی میں اس کے جواز میں عربی زبان میں ایک کتاب بنام ”کفل الفقہ الفہم فی احکام قرطاس الدراہم“ لکھی جس پر حرمین طہیین و دیگر بلاد اسلامیہ کے علماء و مشائخ نے تصدیق کی اور تقریظات لکھیں، امام احمد رضا کو ان کے دینی و تجدیدی کارناموں ہی کی بنا پر حرمین شریفین، دیگر بلاد اسلامیہ اور متحدہ ہندوستان کے سیکڑوں علماء و مشائخ نے چودہویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا۔

امام احمد رضا کی مخالفت کے اسباب: چونکہ امام احمد رضا نے ان

پانچوں کے خلاف علمائے حرمین طہیین سے کفر و ارتداد کا فتویٰ لے کر شائع کیا تھا نیز دیگر فرقہ باطلہ کا ردِ بلیغ فرما کر ان کے مکروہ و گستاخ چہروں سے نقاب کشائی کی تھی لہذا ایسی صورت میں ان کے چیلوں کا غصہ و اضطراب میں مبتلا ہوں ایک لازمی امر تھا چنانچہ ان کے متبعین نے امام احمد رضا کو بدنام کرنے کیلئے یہ ہوائی اڑائی کہ امام احمد رضا بریلوی نے ”البریلویہ“ نام سے ایک نئے مذہب و مسلک کی بنیاد رکھی ہے جو سراسر غلط اور باطل ہے

امام احمد رضا کا عقیدہ و مسلک: امام احمد رضا کا وہی عقیدہ تھا جو عقیدہ اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اسلاف کرام، صوفیائے عظام اور علمائے اسلام کا قرون اولیٰ سے رہا ہے۔

آپ نے انہیں امور کو جائز اور حلال بتایا جو شرعاً جائز اور حلال ہیں اور ان ہی امور کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا جو شریعت اسلامی کی رو سے حرام و ناجائز ہیں اس سلسلہ میں آپ افراط و تفریط کی راہ سے محفوظ رہے بلکہ آپ نے انہیں عقائد کی تبلیغ و اشاعت فرمائی جو اسلاف کرام کے صدیوں سے اجماعی عقائد تھے مثلاً اللہ رب العزت کو تمام عیوب نقائص سے منزہ ماننا، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی، اللہ کی عطا سے عالم ماکان و مایکون، مختار، بے مثل و بے نظیر، زندہ، شفیع، مشکل کشا، فریادرس جاننا و ماننا۔ اسی کے ساتھ آپ نے ہر طرح کے بدعات و منکرات کی تردید بھی کی جیسے دعوت میت، عورتوں کی مزارات و قبرستان میں حاضری، قبر کا بوسہ، طواف، سجدہ تعظیسی، مزامیر سے سماع رقص و موسیقی، بے حیائی، بے پردگی اور غیر اسلامی رسوم وغیرہ اس کے ساتھ آپ نے محرم میں سوگ منانا، تعزیہ داری، ماتم و نوحہ وغیرہ کو بھی ممنوع قرار دیا۔ البتہ آپ نے میلاد، فاتحہ، نذرو نیاز اور اعراس بزرگان کو شرعی طریقے سے منانے پر مستحب اور باعث اجر و ثواب قرار دیا ہے۔ اور انہیں فرض و واجب نہیں بتایا۔

سورۃ فاتحہ کے فضائل و فوائد

از: (مولانا) تحسین رضا قادری کانپور

قبول فرمائے گا۔ جو شخص مریض لا دوا ہو وہ چینی کے سفید برتن میں آب زمزم اور زعفران سے سورۃ فاتحہ لکھ کر پھر اسے دھو کر اکتالیس روز تک پیتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ شفاء ہوگی اگر آب زمزم نہ ملے تو عرق گلاب لے لے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو کنوئیں کا پانی ہی کافی ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ بعض گنہگار قوموں پر عذاب الہی آنے والا ہوگا مگر ان میں سے کوئی بچہ مکتب میں جا کر فاتحہ پڑھے گا اس کی برکت سے چالیس سال تک عذاب دور ہو جائے گا۔ جو شخص کسی دنیوی بلا میں پھنس گیا وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی میم کو الحمد للہ کے لام میں ملا کر پڑھا کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے نجات ملے گی۔ بعض صحابہ کرام نے سانپ کے کاٹے ہوئے پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اسے آرام ہوا غرض یہ کہ اس کے بیشمار فائدے ہیں۔

سورۃ فاتحہ کے نام: اس کے کل بیس نام ہیں (۱) فاتحہ (۲) فاتحۃ الکتاب (۳) ام القرآن (۴) سورۃ الکنز (۵) سورۃ وافیہ (۶) سورۃ کافیہ (۷) سورۃ شافیہ (۸) سورۃ شفاء (۹) سبع مثانی (۱۰) سورۃ نور (۱۱) سورۃ رقیہ (۱۲) سورۃ الحمد (۱۳) سورۃ تعلیم المسئلہ (۱۴) سورۃ مناجات (۱۵) سورۃ تفویض (۱۶) سورۃ سوال (۱۷) سورۃ ام الکتاب (۱۸) سورۃ صلوة (۱۹) سورۃ فاتحہ القرآن (۲۰) سورۃ دعا

(مولانا) محمد تحسین رضا قادری امام مسجد احاطہ چھوٹی بی بی کینال روڈ کانپور

اس سورت کے فضائل بے شمار ہیں جن میں یہاں تفسیر کبیر وغیرہ کتابوں سے کچھ نقل کر رہا ہوں مسلم شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک فرشتہ نے آسمان سے نازل ہو کر بارگاہ نبوت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ مبارک ہو آپ کو دونوں ایسے ملے کہ جو کسی نبی کو نہ ملے ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ کے مثل توریت و انجیل و زبور میں کوئی سورت نہ اتری، تفسیر کبیر میں ہے کہ رب تعالیٰ نے آسمان سے ایک سو چار کتابیں اور صحیفے اتارے۔ مگر سو کتابوں کے علوم چار میں رکھے یعنی توریت و انجیل و زبور پھر ان تین کے علوم قرآن پاک میں رکھے۔ پھر قرآن پاک کے اصول مفصل (سورہ حجرات سے والناس) میں رکھے گئے۔ پھر مفصل کے علوم سورۃ فاتحہ میں رکھے گئے۔

لہذا جس نے سورۃ فاتحہ سیکھ لی اس نے گویا ساری آسمانی کتابیں سیکھ لیں اور جس نے سورۃ فاتحہ پڑھ لی اس نے تمام آسمانی کتابیں پڑھ لیں نیز یہ سورۃ فاتحہ بالکل رحمت کی سورت ہے اس لئے اس میں رب تعالیٰ نے قہر، جبر اور دوزخ کے عذاب وغیرہ کا ذکر نہیں کیا تفسیر روح البیان میں ہے کہ جس وقت حضرت جبریل سورۃ فاتحہ کو لے کر آئے اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آئے تھے۔

فوائد: سورۃ فاتحہ کے بے شمار فائدے ہیں۔ جو شخص سورۃ فاتحہ سو بار پڑھ کر دعا مانگے حق تعالیٰ اس کی دعا

علاقہ تھار کی عظیم شخصیت عالم باعمل مفتی تھار حضرت علامہ مفتی صوفی ولی محمد نعیمی بھی نہ رہے

از: محمد شمیم احمد نوری برکاتی خادم التدریس، دارالعلوم انوار مصطفیٰ متصل درگاہ پیر سید حاجی عالی شاہ بخاری علیہ الرحمہ

جوبادہ کش ہیں پرانے وہ کھوئے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لاساقی

یہ زمانہ قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ”علم اٹھالیا جائے گا علماء کے اٹھائے جانے سے“ کے مصداق ابھی ابھی بہت جلد ماضی قریب کے ایام میں کیسے کیسے کاملین علم و دانش، کاملین فضل و کمال دنیا سے اٹھائے گئے، دیکھتے ہی دیکھتے بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب اعظمی حجۃ العلوم علامہ مفتی محمد قدرة اللہ رضوی، مفتی جہار کھنڈ مفتی محمد بشیر القادری علیہم الرحمہ جیسے باکمال علماء فقہاء ہم سے رخصت ہو گئے۔ ابھی انہیں حضرات کا غم علمی دنیا پر چھایا ہوا تھا کہ علاقہ تھار میں ایک شور اٹھا کہ ”اب مفتی تھار حضرت علامہ صوفی ولی محمد صاحب نعیمی بھی نہ رہے“

ہمارے درمیان سے دھیرے دھیرے ایک ایک اہم شخصیتیں اٹھتی چلی جا رہی ہیں، ہمارے وہ لوگ جن کی دست بوسی کر کے ہم سعادتیں حاصل کرتے تھے، جن کی دعائیں لے کر ہم پروان چڑھتے تھے، دھیرے دھیرے اس دنیا سے رخصت ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ مگر ایک عالم ربانی جب اس دنیا سے اپنا علم و عمل اور اپنا تقویٰ اور اپنے بعد والوں کیلئے اپنا اچھا کیر کڑ چھوڑ کر جاتا ہے تو مرنے کے بعد بھی موت اس کے نام پر ٹپھہ لگانے کیلئے تیار نہیں ہوتی، اس لئے کہ وہ موت کے پردے میں جا کر زندگی کی یادگار اور جاوداں تصویر ابھار دیا کرتا ہے۔

مر کے ٹوٹا ہے کہیں سلسلہ قید حیات
فرق اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے

مفتی تھار حضرت صوفی ولی محمد صاحب نعیمی علیہ الرحمہ ”کل نفس ذائقۃ

الموت“ کے تحت ۵ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۶ فروری ۲۰۱۳ء بروز شنبہ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے! انا للہ وانا الیہ راجعون

نماز جنازہ میں عقیدت مندوں کا اتنا ہجوم ہوا کہ علاقہ کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اتنی خلقت پہلی بار اس علاقہ میں کسی کی نماز جنازہ میں شریک ہوئی۔ اسی دن شام کو نماز جنازہ کی گئی آپ کے اعز و قابل فخر تلمیذ نور العلماء پیر طریقت حضرت علامہ سید نور اللہ شاہ بخاری دام ظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر غم آنکھوں سے حضرت کو سپرد خاک کیا گیا۔ تدفین آپ کے قائم کردہ ادارہ ”دارالعلوم انوار غوثیہ سیڑھوا“ کے جانب جنوب آپ کے آبائی قبرستان میں ہوئی۔ مفتی تھار اس دار فانی سے تو ضرور چلے گئے مگر وہ ہمارے سماج میں زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے، وہ ہمارے مدرسوں میں اپنے تلامذہ کے واسطے زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے، وہ تقویٰ کی بہاروں میں زندہ ہیں اور اور زندہ رہیں گے اور اور عجز و انکسار کے سر کو آسمان ثریا تک پہنچانے میں اپنے عمل کی بنیاد پر زندہ، تابندہ درخشندہ اور پائندہ رہیں گے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

مفتی تھار ضلع باڑ میر کے ہندوپاک کے سرحدی علاقہ کے ایک عظیم مفتی اور عالم باعمل تھے۔ پورے علاقہ تھار میں آپ کے معتقدین پھیلے ہوئے ہیں۔ یوں تو آپ دیگر سلاسل کے بزرگوں کے ساتھ شیخ الاسلام غوث العالمین حضرت خواجہ بھاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ اور آپ کے خانوادہ کے بزرگوں کے حد درجہ معتقد تھے مگر آپ باضابطہ شہزادہ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت تھے اس پر وہ فخر بھی کرتے تھے۔ اور

علامہ ڈیمبائی علی الرحمہ اپنے اس ہونہار شاگرد کو لے کر خود راہ جستان کی مرکزی درسگاہ ”دارالعلوم اسحاقیہ جو دھپور“ تشریف لے گئے۔ جب دارالعلوم اسحاقیہ میں آپ کا داخلہ ہو گیا تو آپ نے مکمل ایک سال تک انتہائی محنت و لگن سے تعلیم حاصل کی اور ۱۹۶۹ء میں آپ کو اکابر علماء و مشائخ خصوصاً حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلی علیہ الرحمہ کے مقدس ہاتھوں سے سند و دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

فراغت کے بعد آپ نے ۵ سالوں تک جیسلمیر میں تدریسی خدمات بحسن و خوبی انجام دیں۔ پھر یکے بعد دیگرے تقریباً آٹھ سالوں تک گجرات کی معیاری درسگاہ دارالعلوم فیض اکبری لونی شریف میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث و شیخ الحدیث اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر بعض وجوہ کی بنا پر دارالعلوم فیض اکبری لونی شریف سے مستعفی ہو کر اپنے علاقہ میں دین و سنیت کی نشر و اشاعت اور تعلیم و تعلم کے فروغ کے لئے اپنے آبائی قصبہ میں ایک عظیم الشان ادارہ ”دارالعلوم انوار غوثیہ“ کے نام سے قائم فرمایا جو آپ کی عظیم یاد گار ہے۔

ایک اپیل

جامعہ رضویہ منظر اسلام مشائخ اہل سنت کے روحانی تصرفات کی بنیاد پر روز بروز شاہ راہ ترقی پر انتہائی تیز گامی کے ساتھ رواں دواں ہے۔ روز بروز اس کے شعبوں کی توسیع اور دن بدن اس کے عروج و ارتقاء کی وجہ سے اخراجات کا بھی بار بڑھتا جا رہا ہے۔ اس لیے اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ یادگار اعلیٰ حضرت کے بڑھتے ہوئے بار کو کم کرانے میں دل کھول کر حصہ لیں۔ (ادارہ)

آپ جب بھی خطاب فرماتے تو خطبہ میں حضور اعلیٰ حضرت کے نام کے ساتھ اپنے مرشد گرامی حضور مفتی اعظم ہند کا بالائزمال ضرورت ذکر کرتے۔ اور دورانِ خطاب آپ زیادہ تر حضرت شیخ سعدی، مولانا روم کے فارسی اشعار اور سرتاج الاصفیاء حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے سندھی اور اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند اور علامہ اقبال کے اردو اشعار انتہائی وجد کے عالم میں پڑھا کرتے تھے۔ (اپنے مرشد گرامی سے حد درجہ عقیدت ہی کی بناء پر آپ نے اپنے شہزادہ کا نام ”مصطفیٰ رضا“ رکھا ہے۔ جو ماشاء اللہ عالم دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے شہزادہ عالی مرتبت حضرت علامہ مصطفیٰ رضا کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو اپنے والد بزرگوار کا مظہر اتم اور سچا جانشین بنائے) آپ کا خطاب و وعظ و نصیحت کی شکل میں انتہائی پُر اثر ہوا کرتا تھا۔ آپ نجی مجلسوں میں بھی وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ آپ کے اعز تلمیذ نور العلماء حضرت علامہ سید نور اللہ شاہ بخاری کا بیان ہے کہ ”ہم نے کئی سال حضرت کے پاس بحیثیت تلمیذ اپنے اوقات تحصیل علوم میں گزارے مگر ہم نے حضرت کو کبھی دنیاوی باتوں میں مصروف یاد دلچسپی لیتے ہوئے نہیں دیکھا“ آپ حقیقی صوفی تھے مگر صوفیت پر نازاں نہیں، لباس وغیرہ سادہ استعمال کرتے تھے اور انتہائی سادگی پسند تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم (از قاعدہ بغدادی تا ناظرہ قرآن) اپنے والد بزرگوار حضرت حافظ وقاری عبدالکریم سے حاصل کی، پھر علاقہ کے دستور کے مطابق فارسی زبان و ادب کی مکمل تعلیم حضرت مولانا محمد ادریس سے حاصل کی۔ جب آپ نے فارسی کی تکمیل کر لی تو آپ کے گھر والوں نے آپ کو محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد خاں علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید علامہ عبدالحق ڈیمبائی علیہ الرحمہ کے حوالہ کیا۔ علامہ عبدالحق ڈیمبائی کے پاس آپ نے نحو، صرف اور فقہ و حدیث کی مختلف کتابیں پڑھیں ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے سوچا کہ مروجہ دستور کے مطابق ہمارے اس شاگرد کو اگر کسی اچھی اور معیاری درسگاہ سے سند مل جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ پھر

فاضل بریلوی کے ایک گمشدہ خلیفہ علامہ شہاب الدین احمد کویشالیاتی ملیاری

از: مولانا رفیق احمد کولاری دارالہدیٰ اسلامک یونیورسٹی کیرلا 09633979331 rafeeqkolari@gmail.com

محافظ عقیدہ ختم نبوت امام عشق و محبت مولانا وسیدنا و مرشدنا الشاہ محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے نام نامی سے یاد کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ ع

جو جل رہے ہیں ان کو جلائیں گے بار بار
بے پناہ شکر ہے اس خدائے جل جلالہ و عم نوالہ کا کہ جس کی رحمت بے
پایاں کے سایہ میں امام احمد رضا نے آرزوؤں کا ٹوٹا ہوا آئینہ پھر
جوڑ دیا، پھر خوابیدہ حسرتیں جاگ اٹھیں، ناکامیوں کی خاکستر سے
دھکتا ہوا لالہ زار پھوٹا اور کئی صدیوں کی گمشدگی کے بعد ہمتوں کا پھڑکا
ہوا سیل رواں اپنی منزل مقصود کی اصل رہ گزر پر پلٹ آیا۔ امام احمد
رضا نے گیسوئے تحریک تحفظ ناموس رسالت کو سنوارنے اور اس کی
عظمتوں کا پھریرا بلند کرنے میں جو تاریخی کردار رول ادا کیا وہ ناقابل
فرا موش ہے کیا خوب کہا ۔

ہر رزم گاہ میں تیری تیغ آزمائی کی شہرت ہے
آپ ہمہ جہت اور سیماب صفت شخصیت کے مالک و بے مثال رہنما
تھے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کا اسلوب نگارش شگفتہ اور مزاج محققانہ
تھا۔ علم رواں دواں اور شستہ تھا۔ اس تاریخ ساز شخصیت نے اپنے
دور میں ابھرنے والے غداران مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی جس طرح
سرکوبی کی اور گستاخان رسول ﷺ کی جس طرح تیغ کنی کی اس کی نظیرو
مثال پیش کرنے سے تاریخ عاجز و قاصر ہے۔

دشمنان رسالت مآب ﷺ جس مسئلہ پر ایڑی چوڑی کا
زور لگا کر سمجھنے لگے کہ یہ ایک ایسا مضبوط و استوار قلعہ ہے جس کو
آسانی سے کوئی بھی مسمار نہ کر سکے گا لیکن فاضل بریلوی اور ان کے
جانثار شاگردوں اور ہمناؤں نے اپنے سیال قلم سے اس کی ایسی
دھجیاں بکھیریں کہ گستاخوں کا وہ مضبوط ایوان ریت کی طرح بہہ گیا

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ خاک ہند کا خمیر علم و فضل، زہد و
تقویٰ اور حکمت و دانائی سے گندھا ہوا ہے۔ افق ہند پر ہر زمانے
میں علم و حکمت کے نیر پیکر ابھرے۔ اس کے وسیع دامن میں ہمیشہ
علوم و فنون کے نیل بوٹے جھلملاتے رہے۔ اس کی قسمت کا ستارہ
برابر اوج ثریا پر جگمگا تا رہا، اس کی آغوش میں یگانہ روزگار اور بے تاج
سلاطین پرورش و پرداخت پاتے رہے۔ اس کے سائے عاطفت و
شفقت کے تلے چوٹی کے علماء و اولیاء پروان چڑھتے رہے۔ اس کے
افق پر ہمہ وقت فہم و فراست کے درخشاں آفتاب و تابندہ ماہتاب اپنی
ضیاؤں اور تپش آمیز کرنوں سے گمراہ قلوب و بھٹکے اذہان کو گرماتے
اور دمکاتے رہے۔

مگر اس کے روشن خورشیدوں میں کبھی اضمحلالی کے آثار
ظاہر نہیں ہوئے۔ اس حکمت و آگہی کے خمیر سے کبھی حضرت ملا جیون
تیار ہوئے، کبھی بحر العلوم عبدالعلی فرنگی محلی، کبھی خواجہ معقولات علامہ
محب اللہ بہاری، کبھی فاضل نبیل امان اللہ بنارس، کبھی محدث دہلوی،
کبھی محقق دہلوی، کبھی استاذ مطلق حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی،
کبھی سیف اللہ المسلمول علی اعداء الرسول علامہ فضل رسول بدایونی
تیار ہوئے۔ مگر تیرہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں جو آفتاب
عالم تاب افق علم پر طلوع ہوا اس کی ضوفشانی و ضیا پاشی کا حال عجیب و
غریب تھا۔ جو آسمان علم و فن کا سلطان تھا۔ جو کشور علم و ادب کا بادشاہ
تھا۔ جو شعور و آگہی کا تاباں جوہر تھا۔ جو معقولات و منقولات کا بحر
بیکراں تھا۔ جو زہد و تقویٰ کا لاساحل سمندر تھا۔ الغرض وہ عظیم الشان
شخصیت، رنگارنگ اور گونا گوں خصلتوں کا مجمع البحرین تھا وہ کوئی اور
نہیں تھا بلکہ ہم اور آپ اور پوری دنیائے سنیت انہیں اعلیٰ حضرت
عظیم البرکت رفیع الدرجت مجدد دین و ملت پاسبان ناموس رسالت

کا حصہ بنادیا جن کی سیرت و صورت جدید نسل کیلئے مشعل راہ بن سکتی تھی۔ رب قدیر سے دعا گو ہوں کہ ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ

ولادت بابرکت: علامہ شہاب الدین احمد کو یا شالیاتی حضرت علامہ کنجی علی کٹی مسلیار کے صاحب زادے تھے آپ کی ولادت قریہ چالیم میں ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۴ء کو ہوئی۔ آپ کی والدہ محترمہ فریدہ بیوی بہت بڑی عابدہ اور تہجد گزار عورت تھیں آپ نے اپنی تاریخ ولادت نصر من اللہ و فتح قریب سے نکالی آپ کے والد نے آپ کا نام احمد کو یا رکھا شہاب الدین آپ کا پیارا لقب ہے اور کنیت ابوسعادات ہے آپ بسا اوقات اشعار بھی کہتے تھے اس مناسبت سے، ازہریہ سے معروف و مقبول عام و خاص تھے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد صاحب سے حاصل کی مگر درس فخری کی بڑی کتابیں آپ نے فقیہ عصر علامہ چال اگت کنجی احمد حاجی مسلیار اور یگانہ روزگار صوفی با صفا مرد مجاہد عالی مسلیار سے پڑھیں، درس فخری وہ نصاب تعلیم ہے جس کو قاضی فخر الدین ابو بکر الشالیاتی نے مرتب کیا تھا اس زمانے میں ملیار میں وہی رائج و عام تھا کیرلا کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم کی غرض سے جامعہ لطیفیہ ویلور شریف میں داخلہ لیا آپ انتہائی ذہانت کے مالک تھے۔

ایں سعادت بزرو باز و نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کے علم و حکمت کی گہرائی و گیرائی سے آپ کے اساتذہ و شیوخ حیران و ششدرہ جاتے تھے آپ پر آپ کے اساتذہ ناز و افتخار کرتے تھے اسی مہارت اور درک کامل کو مد نظر رکھتے ہوئے نبیرہ قطب ویلور پیر طریقت رہبر شریعت قدوة الصالحین بقیۃ السلف حضرت علامہ الحاج السید شاہ محمد رکن الدین قادری ویلوری نے دوران تعلیم ہی آپ کو معاون مدرس مقرر کیا۔ کیا خوب کہا ہے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی

می تافت ستارہ بلندی

اور ریزہ ریزہ ہو کر زمیں بوس ہو گیا۔ فاضل بریلوی کے دسترخوان علم سے بہتوں نے اپنی علمی تشنگی بجھائی، عرب و عجم کے تلامذہ آپ کے فیض بیکراں سے فیض یاب ہونے کیلئے دور دور سے سفر طے کر کے آپ کے بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ بریلی سے علمی ہتھیار سے لیس ہو کر اپنے وطن مالوف کولوٹ کر دین و سنیت کی نشر و اشاعت اور بدعت و ضلالت کا قلع قمع کرنے میں کوشاں و سرگرم عمل رہتے تھے۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ سات سمندر پار بھی آپ کا علمی شہرہ موج تلاطم سے ٹکرا کر سرزمین کیرالا میں بھی پہونچا۔ آخر یہ علمی دبدبہ سن کر سرزمین ملیبار سے ایک ہونہار انتہائی ذہن و فطین علم دوست طالب علم آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کیلئے حاضر خدمت ہوا اور فاضل بریلوی کے اس وسیع دسترخوان علم سے خوشہ چینی کرتے کرتے اپنی ذات میں وہ طالب انجمن بن گیا۔ وہ ایک فرد واحد تو تھا مگر پوری ملت اسلامیہ کے عقائد کا پاسبان، غوث اعظم کا علمبردار، امام شافعی کے مسلک فقہی کا پاسدار، امام غزالی کے تدبر کا افتخار، امام رازی کی گرہ کشائیوں کا امانتدار، مجدد الف ثانی کی شان تجدید کا آئینہ دار اور فاضل بریلوی کے عشق رسول ﷺ کا در شاہسوار تھا۔ جس نے بریلی سے اپنے وطن مالوف کولوٹ کر شجر اسلام کے برگ و بار کو زمانے کی بلا خیزیوں سے محفوظ کیا۔

وہ اور کوئی نہیں تھا بلکہ فاضل بریلوی کے سچے جانشین و قائم مقام جس کو شیخ المشائخ یا استاذ الاساتذہ یا مرجع الخلائق ہونے کا شرف حاصل ہے، جس کے علم و حکمت کے چشمے سے سارا ملیبار سیراب ہوا جن کو اہل ملیبار اور بعض ذوی العلم حضرات الشیخ ابو السعادات شہاب الدین احمد کو یا شالیاتی الملیباری رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اب ہم بلا تمہید و تاخیر آپ کی روشن زندگی کے کچھ اہم گوشوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کیونکہ آپ کی حیات بابرکات کے مطالعے کے بعد بے انتہاء ندامت و حسرت کے ساتھ یہ احساس دامن گیر ہوا کہ اہل سنت و جماعت نے شعوری یا غیر شعوری طور پر نہ جانے کتنے ان جیسے کاملین وقت کو نظر انداز کر کے گمنام ماضی

ہی کی تصانیف مبارکہ نے سرزمین ملیبار سے کفر و ضلالت بدعت و گمراہی کی تیرگی کا قلع قمع کیا۔ آپ کی تحریروں میں سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہی رنگ و بولمتی ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں آپ لکھتے ہیں۔ ولاح من القرائن ان اللاحاق من جانب المولوی اسماعیل الدہلوی فانہ اول من مال الی النزعة التیمیة و النزعة النجدیة فی الهند و اقتفی اثرہ من اضلہ اللہ علی علم۔

تقویۃ الایمان (تکوۃ الایمان) کے متعلق آپ رقم طراز ہیں ہذا کتاب راس الوہابیۃ فی الهند و اساس الفرقة المحدثۃ فی دیوبند و قد رد علیہ اعلام علماء اہل السنۃ من المضامین فان فیہ کلمات حق ارید بہا بواطل فتدبر و لا تخسر واللہ الموفق۔ یہ وہ عبارت ہے جس کی وجہ سے یہاں کے سنی تبلیغی جماعت کے دام فریب و مکر کو خوب سمجھے۔ اہل ملیبار کو آپ نے ہی تبلیغی جماعت کی قلابازیوں سے آگاہ کیا تھا آپ کی تصانیف مبارکہ کی فہرست بہت طویل ہے مگر چند اہم تصانیف یہ ہیں۔ دفع الشر الاثیر عن الخیر الکثیر، شرح الارشادات الجفریۃ فی الرد علی الضلالات النجدیۃ، تحقیق المقال فی بحث الاستقبال، منائح النیل فی مدائح جمل اللیل، تفتیح المغلق شرح تصریح المنطق، الفتاوی الازہریۃ فی الاحکام الشرعیۃ، الموعد فی المولد، مورد الازہریۃ لسلک الطریقۃ، دفع الاوہام فی تنزیل ذوی الارحام، الکلام الحاوی فی رد الفتاوی و الدعاوی۔ آپ شعری ذوق بھی رکھا کرتے تھے نحس الایام یعنی عوام میں مشہور منحوس دنوں سے متعلق آپ کے عربی زبان میں تفصیلی اشعار موجود ہیں جس میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اذا اردت النحس من ایام
وسنة و جمعا علی التمام
فاول الایام من کل الشهر

رجب ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں جامعہ الطیفیہ ویلور شریف سے اکابر اہلسنت کے دست اقدس سے آپ کی دستار بندی ہوئی دوران تعلیم ہی دارالافتاء کے بھی رکن تھے، ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں دین کی خدمت میں سرگرم عمل رہے، کرناٹک، تمل ناڈو، کیرلا، آندھرا وغیرہ میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

فاضل بریلوی کی بارگاہ عالی میں: جامعہ لطیفیہ سے فراغت کے بعد آپ ہندوستان کی متعدد ریاستوں میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے چند سال کے بعد باشارہ نبیرہ قطب ویلور آپ تحصیل علم فقہ حنفی کے لئے یوپی بریلی شریف روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر آپ نے سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے تمام علوم و فنون کی اجازت حاصل کی خصوصاً حنفی فتوی نویسی کی اجازت آپ نے سرکار اعلیٰ حضرت ہی سے حاصل کی علامہ خود رقم طراز ہیں۔

ومن اجلها فی فقہ السادة الحنفیۃ مارویہ عن علامة المؤید و الفہامة المسدد الفقیہ المحدث المسند مولانا الشیخ الحاج المفتی احمد رضا خان عن مفتی الحنفیۃ بمکہ المحمیه مولانا الشیخ عبد الرحمن السراج ابن المفتی الاجل مولانا عبد اللہ السراج۔ الخ اس کے علاوہ ملیالم اسلامی اینسا نکلویڈیا میں بھی اس کی صراحت ملتی ہے۔ آپ کو بیک وقت چار فقہوں پر مکمل دسترس حاصل تھی۔

بیعت و خلافت: علامہ شالیاتی کی ذات والا صفات کے خورشید نصف النہار کی ضیا پاشیوں سے علم و عرفان کا گوشہ گوشہ اس قدر بقیعہ نور بنا کہ ذرے ذرے سے پھوٹنے والی ایک ایک شعاع آسمان علم و حکمت اور فلک قلب و نظر کے مہر عالم تاب کیلئے باعث رشک بنی ہوئی ہے۔ شریعت میں کامل دسترس و درک حاصل کرنے کے بعد آپ طریقت کی دہلیز میں قدم رکھتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں حضرت علامہ مفتی مکہ شیخ محمد حزب الدین سلیمان اعسکی کے ہاتھ سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ آپ نے فاضل بریلوی سے سلسلہ رضویہ برکاتیہ سے بھی بیعت حاصل کی تھی۔

تصنیفی خدمات: اپنے اپنے قلم سیال سے ایسی ایسی کتابیں تصنیف فرمائیں جس کا مطالعہ قلوب کو منور و معطر بنا دیتا ہے آپ نے اپنی تصانیف میں عشق رسالت مآب ﷺ کے وہ دل آویز انوار پیش کئے جو اذہان کو پاکیزگی اور گلستان حیات کو پھبن عطا کرتے ہیں آپ

تعلیم و تعلم

از: مولانا محمد تحسین رضا قادری دارالعلوم ضیائے مصطفیٰ کانپور
مکرمی سلام مسنون

آج کل مسلمانوں میں بھی تعلیم کی نسبت سے دینی تعلیم اور دینی تعلیم کی اصطلاح قائم ہو گئی ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیم کو دینی تعلیم تصور کیا جاتا ہے۔ اور عصری علوم کے سیکھنے سکھانے کو دینی تعلیم کہا جاتا ہے۔ حالاں کہ اسلام نے علم کی ایسی کوئی تقسیم نہیں کی ہے۔ بلکہ علم کی دو ہی قسمیں کی گئی ہیں۔ ”علم نافع“ جو علم انسانیت کیلئے مفید اور کارآمد ہو وہ ”علم نافع“ ہے اور جو علم انسانیت کیلئے نافع ہوئے کے بجائے نقصان رساں ہو اور تعمیر کے بجائے تخریب کی طرف لے جاتا ہو وہ ”علم غیر نافع“ ہے آپ ﷺ نے علم نافع کی دعا مانگی ہے اور علم غیر نافع سے پناہ چاہی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اصل علم دو ہی ہیں ایک علم فقہ تا کہ آدمی زندگی بس کرنے کا سلیقہ سیکھے دوسرے فن طباعت تا کہ جسم انسانی کی بات معلومات حاصل ہو سکے۔ العلم علماں علم الفقہ للادیان و علم الطب للابدان (مفتاح السعادة ص ۳۰۲) اسلام نے کسی علم کا مخالف ہے اور نہ کسی زبان کا قرآن مجید نے کتنے ہی ایسے حقائق پر روشنی ڈالی ہے۔ جن کا تعلق فلکیات، طبیعیات، نباتات، اور حیوانات کے علوم سے ہے۔ اس وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان اعلیٰ فنی تعلیم کی طرف توجہ دیں اور کوشش کریں کہ ہمارے سماج میں کوئی بچہ تعلیم سے محروم رہنے نہ پائے۔ اس لئے تعلیم ہی کے ذریعہ حرام و حلال میں ہم فرق کر پائیں گے، نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے مسائل سمجھ سکیں گے نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ العلم نور علم روشنی ہے اور اجہل ظلمۃ علم سے دوری اندھیرا ہے ہمیں اور آپ کو چاہئے کہ اپنے اپنے بچوں و بچیوں کو تعلیم قرآن و حدیث و فقہ کیساتھ ہی ساتھ عصری تعلیم کی طرف بھی توجہ دیں تا کہ ہمارا بچہ دوسرے کا محتاج نہ بنیں۔

خیر لکل حاجة فالینتظر
کذا لک ثنیہا اذا لم یکن
من شہر شوال الی فلیصن
و ثالث الایام یوم حذرا
فلا تکن لحاجة منتظرا

آپ چند سال سلطنت نظامیہ حیدرآباد کے صدارت العالیہ کے مفتی بھی رہ چکے ہیں اس فقیر نے آپ کے بعض فتاویٰ کے خطوط بھی دیکھے ہیں آپ بعض سلاطین سلطنت نظامیہ کے اتالیق بھی تھے سلاطین نظامیہ کو آپ سے بے انتہا عقیدت تھی اسی وجہ سے آپ کو ہر ماہ تصنیف و تالیف کی مہم کیلئے سلطنت نظامیہ کے بیت المال سے سو روپیہ ملتے تھے آپ کے لئے خاص ایک لائبریری بھی تھی جس میں آپ نادر نادر کتابیں دنیا کے گوشے گوشے سے منگوا کر محفوظ کرتے تھے یہ آپ کی علم دوستی کی روشن دلیل ہے آج بھی وہ نادر کتابیں الماریوں میں محفوظ ہیں جب علمائے حریم کیرالا شریف لاتے ہیں تو کمپیوٹر اسکین (Computer scan) یا فوٹو اسٹیٹ photo stat سے نقل کر کے لے جاتے ہیں۔

وفات: آخر وہ افسوس ناک گھڑی بھی آگئی جس میں لاکھوں معتقدین و مریدین کا خون جگر اشکوں سے بھر آیا آخر یہ چمکتا چراغ قدرت کی زوردار ہوا کی وجہ سے گل ہو گیا یعنی ۳۷ ۱۳۷۷ھ ۲۷ محرم بروز یکشنبہ آپ نے اس دار فانی کو خیر باد کہہ کر عالم بقا کا سفر اختیار کیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے آپ کی وفات کی خبر ناگہانی اطراف و نواح میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی لوگ دور دور سے آپ کی آخری زیارت و دیدار و نماز جنازہ کی شرکت کیلئے عالم میں جمع ہوئے بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ پانچ لاکھ سے زائد لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی آپ کی مسجد کے احاطے میں آپ کے جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا اس طرح آپ تمام دنیائے سنیت کو الم فراق دے گئے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمت ہواے امیر کارواں جھ پر

حضرت مجاہد ملت کا ایک جاں نثار شاگرد

از: محمد شمیم اشرف ازہری حبیبی، ماریشس

ملت کے ساتھ الہ آباد آئے۔ ان میں مولانا نعیم اللہ عرف مولانا الحاج بھی تھے۔ مجاہد ملت کی بانی فیض صحبت نے مولانا الحاج کو ایسا روحانی رنگ دے دیا کہ تام دم آخر وہ رنگ باقی رہا۔ مولانا الحاج حضور مجاہد ملت کی شاگردی کا نقش لئے آگے بڑھتے رہے اور یہ نقش ان کے دل و دماغ پر اس طرح مرتسم ہوا کہ پھر وہ زندگی کی آخری سانس تک انہیں کے اور انہیں کے مشن کے ہو کر رہ گئے۔

عمل کی انجمن میں تم تھے شمع انجمن الحاج

جہاد نفس کے گلشن میں تم تھے یاسمن الحاج

مجاہد ملت نے مولانا الحاج کی صلاحیتوں کو خوب خوب جان لیا اور درس و تدریس کے میدان میں پڑھنے، پڑھانے کی ذمہ داری کے علاوہ خارجی دینی سرگرمیوں کی ذمہ داریاں بھی حضرت نے مولانا الحاج کو دینا شروع فرمادیں ان میں سے۔ پہلی ذمہ داری ”مسجد اعظم“ جو کھنڈروں میں تبدیل ہو چکی تھی حضرت نے اس مسجد کو حاصل کرنے کیلئے کہ جس پر ”امپرومنٹ ٹرسٹ“ نے قبضہ کر لیا تھا۔ مسجد خطرے میں تھی، حضرت نے اس مسجد کو حاصل کرنے کیلئے ”امپرومنٹ ٹرسٹ“ کے خلاف قانونی کارروائی شروع کر دی۔ اور مولانا الحاج کو حکم دیا کہ مسجد کی واگزار کی کے لئے کام کرو۔ مولانا الحاج دس سال سے زیادہ مقدمہ لڑتے رہے آخر فتح ہوئی۔ اور یہ مسجد مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور آج یہی جامعہ حبیبیہ مدینۃ العلم کا محل وقوع ہے۔ مسجد کی تعمیر جدید اور جامعہ حبیبیہ کے انتظام کا کام شروع ہوا، اخراجات کی فراہمی وغیرہ کیلئے صبر آزما دور سے کچھ اس طرح گزرے جیسے یہ ان کا ہی اپنا کام اور استاذ محترم کی رضا کا ذریعہ ہے، اور یہی اللہ و رسول ﷺ کی رضامندی کا سبب ہے۔

مولانا الحاج کے انتقال پہ علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ

میرے والد محترم حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ خاں علیہ الرحمہ سے آپ کے استاذ محترم حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ بے حد محبت فرماتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ کہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں مدرس اول تھے۔ اور اس دور کے مشہور عالم دین مولانا احمد مختار احمد صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ میرٹھ میں درس و تدریس کے لئے مرجع خلایق تھے۔ میرے والد محترم حضرت مولانا نعیم اللہ خاں وہیں میرٹھ میں حضرت کی شاگردی میں تھے، کہ حضرت مولانا احمد مختار صدیقی علیہ الرحمہ کے حج پہ جانے کا پروگرام ہوا اور اپنے شاگرد مولانا نعیم اللہ کو حضرت اپنے ساتھ لے گئے۔ حج کے سفر سے واپسی کے بعد کبر سنی اور ضعف کی وجہ سے حضرت نے اپنے کئی شاگردوں کو جامعہ نعیمیہ میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے سپرد فرمادیا۔ مولانا نعیم اللہ کو طلبہ نعیم کے نام سے پکارتے تھے کئی مدرسین بشمول مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے صدر الافاضل علیہ الرحمہ سے عرض کیا اس طالب علم نعیم اللہ کی عرفیت ارشاد فرمادیں تو ان کو اس کی عرفیت سے پکارا جائے۔ کیونکہ حضور کا اسم گرامی بھی ”نعیم“ ہے اچھا نہیں لگتا ہے کہ طالب علم نعیم کہہ کر پکاریں، حضرت نے فرمایا کہ مولانا احمد مختار صاحب کے ساتھ یہ حج کر چکے ہیں انہیں ”الحاج“ کہا کرو سبحان اللہ ولی کامل نے یہ نام دیا یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ نعیم اللہ بھول کر لوگ ”الحاج“ ہی کہتے رہے۔ ولی راہست قدرت ازالہ

جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی اجازت سے مجاہد ملت مدرسہ سبحانی الہ آباد منتقل ہو گئے۔ مولانا عبدالکافی علیہ الرحمہ نے مجاہد ملت کو سبحانیہ کے لئے مقرر کرنے کی صدر الافاضل علیہ الرحمہ سے اجازت طلب فرمائی اب مجاہد ملت سبحانیہ میں مدرس اول کی حیثیت سے درس دینے لگے دارالعلوم نعیمیہ سے جو طلبہ مجاہد

الرحمہ نے ماہنامہ پاسبان الہ آباد میں ایک خصوصی تعزیتی ادارہ لکھا جس کا عنوان تھا ”بزم حبیب کی شمع فروزاں بجھ گئی“ لکھتے ہیں۔

”مولانا الحاج ایک زمیندار معزز خاندان کے معزز فرد تھے اپنی آنکھوں دیکھی بات ہے۔ ابتدائی دور میں متعدد شروانیاں اور عمدہ عمدہ کرتے ان کے کمرہ میں آویزاں رہتیں تو صبح و شام کی پوشاک الگ ہوتی، مگر وہ رے رنگنے والے! جب مجاہد ملت کا رنگ چڑھا تو شروانی سلام کر کے رخصت ہو گئی اور لنگی کرتے نے ان کی جگہ لے لی۔ پھر تو ایسے رنگے کہ دور تک ان پر مجاہد کا گمان ہونے لگا اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ اللہ کے ولی سے ان کی مشابہت ان کے نجات کی بہت بڑی ضمانت ہے۔

خواہم کہ ہمیشہ در رضا تو زیم

خاک شوم و زیر پائے تو زیم

ولیوں کا فیضان ان پر برابر جاری رہا۔ ایک ولی اپنے ساتھ حج کیلئے لے گئے، ایک ولی نے الحاج کا نام دیا اور ایک ولی نے اپنی شاگردی میں لے کر دین و دنیا و آخرت سنواری۔

مسجد اعظم، جامعہ حبیبیہ، تبلیغ سیرت مولانا کی زندہ یادگاریں اور صدقہ جاریہ ہیں۔ مولانا کی دینی خدمات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ ان شاء اللہ پھر کبھی قارئین کی نذر کروں گا۔ آپ کا وصال ۱۵ ذی القعدہ کی شب ۱۳۸۲ھ مارچ ۱۹۶۳ء کو ہوا۔

شب پنج ذی القعدہ بعد ہشت ساعت

بذکر خدا و مصطفیٰ شد برخصت

آپ کے وصال پر بیکل اتساہی بلرام پوری نے خراج عقیدت اس طرح پیش فرمایا۔

الحاج جس کو کہتی تھی دنیا کی ہر زباں

یعنی فدائے نور رسالت چلا گیا

شان حبیب مرد مجاہد کہیں جسے

بیکل وہ جاں نثار صداقت چلا گیا

مولانا الحاج کی فاتحہ، چہلم کے موقع پر جامعہ حبیبیہ کے عظیم الشان مجمع میں نہایت سوگوار لہجہ میں اور درد بھری آواز میں حضرت مجاہد ملت نے فرمایا ”مسجد اعظم کے حصول کے سلسلہ میں جو دشواریاں پیش آئیں۔ ان میں الحاج مرحوم میرا ہاتھ نہ بٹاتے تو نہ معلوم انجام کیا ہوتا وہ میری خاطر ہر دشواری برداشت کرنے پر تیار رہتے تھے۔ مجھے اولاد ہونے کا غم نہیں ہے کیونکہ مولیٰ تعالیٰ نے مجھ کو الحاج جیسا شاگرد عطا فرمادیا“۔ الحمد للہ اللہم ارحمہما رحمة واسعة

پچاسواں عرس شریف: چونکہ حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں علیہ رحمۃ و رضوان الہ آباد کے لئے محتاج تعارف نہیں تھے۔ حضرت مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قادری عباس، رضوی و حامدی علیہ الرحمہ مدرسہ سبحانیہ میں مدرس اول تھے۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا الحاج علیہ الرحمہ حضرت کے حکم پر مسجد اعظم اور جامعہ حبیبیہ کے قیام اور انتظام میں بڑے صبر آزما دور سے گزرے تھے۔ ۱۹۶۳ء ۵ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ کو وصال فرمایا۔ ہر سال جامع حبیبیہ الہ آباد اور دوسرے سنی مدارس اور اداروں میں حضرت کا عرس منایا جاتا ہے۔ اس سال حضرت کا پچاسواں عرس دارالعلوم محمدی مسجد میں منایا گیا اس موقع پر ایک کانفرنس زیر سرپرستی مفتی اعظم الہ آباد مولانا سید مقبول حسین حبیبی خطیب جامع مسجد الہ آباد اور زیر صدارت مولانا الحاج علیہ الرحمہ کے خلف اکبر مولانا الحاج محمد شمیم اشرف ازہری خطیب اعظم مارشس اور زیر نگرانی و حمایت مولانا مفتی نسیم اشرف حبیبی ڈائریکٹر حبیبی دارالعلوم ڈربن ساؤتھ افریقہ کا انعقاد ہوا۔

الہ آباد شہر کے بہت سارے علماء و ائمہ خصوصیت کے ساتھ حضرت ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر خانقاہ حلیمہ ابو العلائیہ شریک محفل رہے۔ ان علماء کے علاوہ مدرسہ محمدیہ کے اساتذہ اور طلبہ اور کثیر تعداد میں عوام نے محفل کو رونق بخشی ظہر سے عصر تک پروگرام چلتا رہا بعد عصر حاضرین نے لنگر شریف تناول کیا۔

رپورٹ: حافظ محمد ذوالفقار

مدرس دارالعلوم محمدیہ الہ آباد

فسادات کے پس منظر میں

توفیق احسن برکاتی، ممبئی، موبائل: 9819433765

عناصر ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ ظالم فرنگیوں کا چبایا ہوا القمہ ترپورے شوق سے نگل جانے والے سیاست دانوں نے انتہائی سوجھ بوجھ اور منظم سازش کے ساتھ یہ ملک تقسیم کیا تھا، کچھ لوگ تقسیم ہند کو بہت بڑی دانش وری تصور کرتے ہیں حالاں کہ یہ تقسیم انتہائی خوں آشام سانحہ اور المیاتی حادثہ ہے اور ہندوستان جیسے جنت نشان ملک میں نعشوں پر کی جانے والی سیاست کی بنیاد گزاری کا ایسا اقدام ہے جس کی ہلاکت خیزی اور خوف ناک کی کا اندازہ گزرے ہوئے ۶۵ سالوں میں رونما ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کے پس منظر سے لگایا جاسکتا ہے۔ آئیے ذرا آزاد ہندوستان کے چند بڑے فسادات پر ایک نظر ڈالتے چلیں:

جبل پور فساد: آزاد ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان پہلا بڑا فساد ۱۹۶۱ء میں جبل پور میں ہوا، اس فساد میں مسلمانوں کی املاک کو حجم کر نقصان پہنچایا گیا۔

احمد آباد فساد: ۱۹۶۹ء ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والے اس فرقہ وارانہ فساد میں تقریباً ایک ہزار افراد ہلاک ہو گئے تھے، اس کے بعد ۱۹۷۹ء میں جمشید پور اور علی گڑھ اور ۱۹۸۰ء میں مراد آباد میں فرقہ وارانہ فسادات بھڑکائے گئے اور سیاسی فصل کاٹی گئی۔

سکھ مخالف فساد: ۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فسادات اندرا گاندھی کے قتل کے بعد سکھوں کا قتل عام تھے، ان فسادات میں ایک اندازے کے مطابق دو ہزار افراد مارے گئے تھے۔

میرٹھ فساد: ۲۱ مئی ۱۹۸۷ء کو شروع ہونے والے فسادات قریب دو ماہ تک جاری رہے۔ اس میں پی اے سی کے کردار پر بھی سوال کھڑے ہوئے۔ اس فساد میں تقریباً ۳۵۰ بے گناہ مارے گئے۔

بھاگل پور فساد: ریشمی کپڑوں کے لیے مشہور بھاگل پور بھی

ہمارے ملک ہندوستان کی مثالی گنگا جمنی تہذیب اور سیکولر ازم پر مبنی جمہوری نظام کسی بوسیدہ اور کرم خوردہ کتاب کا قصہ پارینہ معلوم ہوتا ہے، حالات کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ ہمیں بہت کچھ سوچنے اور تلخ حقائق سے مملو نتیجہ نکالنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس وقت ہر انصاف پسند ہندوستانی کے ذہن و دماغ میں ایک سوال گردش کر رہا ہے کہ جس ملک کی بنیادوں میں جمہوریت، قومی یک جہتی، مذہبی عدم منافرت اور ایک مشترکہ تہذیبی کلچر کا فلسفہ سمویا گیا تھا، جہاں اکثریت کو اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری دی گئی تھی، جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مذہبی قوانین پر آزادی کے ساتھ عمل کرنے کا حق حاصل تھا، جہاں ”جیو اور جینے دو“ کی تعلیم کو رواج دیا گیا تھا، آج مذہبی جنونیوں اور منافرت پسند اکثریتی طبقے نے اسی ”ہندوستانی شناخت“ پر تشدد اور منافرت کا ٹھپہ لگا دیا ہے، وہ اس ملک میں اپنا بنایا ہوا قانون، اپنا پسند کیا ہوا ایک مختلف تہذیبی ڈھانچہ اور ایسا آمرانہ اور ظالمانہ کلچر نافذ کر دینا چاہتے ہیں جسے اپنانے والا ہندی مسلمان ان کی نگاہ میں ”سچا ہندوستانی“ ہے اور اس کی مخالفت و تردید کر کے اپنے مذہبی و دینی حق کی حفاظت کرنے والا باغی اور ملک دشمن ہے، یہ لفظ دیگر اسے ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ عندیہ بار بار دیا جا چکا ہے جس کے لیے ثبوت کی حاجت نہیں ہے۔

آزاد ہندوستان کی تاریخ میں لہورنگ خود مختار سیاست دانوں کی زعفرانی سیاست نے اپنا یہ کریہہ چہرہ اچانک ہی نہیں دکھایا ہے بلکہ برسوں کی ریاضت اور سالوں کے پیہم ہتھ کنڈوں کے بعد پوری تیاری اور عیاری کے ساتھ یہ ملک دشمن اور جمہوریت مخالف

زہریلی اور باغیانہ کردار کا باعث بننے والی تقریریں اور بیانات۔ (۶) سماج میں قومی یک جہتی کا فقدان اور منافرت اور تشدد پر یقین رکھنے والے امن مخالف عناصر کی بہتات۔ (۷) ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کی پیہم سازشی کوششوں کا عملی آغاز فساد کی بہت بڑی وجہ ہے۔ (۸) انتظامیہ اور پولس کی تساہلی اور ان محکموں میں فرقہ پرست عناصر کی موجودگی سے کوئی چھوٹا واقعہ کسی بڑے فساد کا پیش خیمہ بن جاتا ہے اور پولس کی ایک طرفہ کاروائیاں فساد یوں کا حوصلہ بڑھادیتی ہیں۔ (۹) سیاسی لیڈران میں ملک گیری کی ہوس اور سیاسی مقاومت کا حصول بھی فساد کو پسند کرتا ہے۔ (۱۰) انسداد جرائم و فرقہ واریت سے متعلق کسی سخت قانون کے نہ ہونے کی وجہ سے فساد یوں کو کھلی چھوٹ بھی ملتی ہے اور انجام سے بے پروا ہو کر فسادات میں حصہ لیتے ہیں۔

لیکن ان تمام وجوہات میں جو وجہ قدر مشترک ہو سکتی ہے، وہ ہے ”مذہبی کٹر پنہنچی“ اور ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کا جنون۔ یہ جنون چند سیاسی جماعتوں کی کورباڑی میں بھی سرایت کیے ہوئے ہے اور تشدد و منافرت کی بنیادوں پر تشکیل دی گئی تنظیموں آرائیس ایس، بجرنگ دل اور شوہندو پریشد وغیرہ کے ممبران اور کارپردازان بھی، سیاسی طور پر جس کی نمائندگی زعفرانی پارٹی بی جے پی اور اس کی ہم نوا پارٹیاں کرتی ہیں، ان پارٹیوں کے بڑے عہدے ان افراد کو دیے جاتے ہیں جو مذہبی منافرت کے خوگر اور تشدد پسند ذہنیت کے حامل ہوا کرتے ہیں۔

آزادی کے بعد کانگریس ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کے طور پر موجود تھی اور بعد میں ایک خاص مقصد کے تحت بھارتی جنتا پارٹی کی تشکیل عمل میں آئی، اس وقت سے اب تک یہ دونوں بڑی جماعتیں یکے بعد دیگرے ہندوستانی سیاست میں اپنا داؤ پیچ استعمال کر رہی ہیں اور کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔ ہر کسی کو اکثریتی طبقے کی خوشی محبوب ہے اور اقلیتی ووٹوں کی ضرورت، نہ وہ اکثریت کو ناراض کر سکتی ہیں اور نہ ہی اقلیت سے دست بردار، اس لیے وقت

فسادات کے داغ سے پاک نہیں رہا۔ ۱۹۸۹ء میں وشوہندو پریشد کی ریلی پر ہونے والے پتھراؤ کے بعد اور انتظامیہ کی نااہلی سے حالات بدتر ہو گئے، کرفیو کے دوران ہجوم پر پولس فائرنگ میں بارہ افراد کی جان چلی گئی، اس کے بعد تو پولس پر حملوں کے ساتھ ہی فریقین کے درمیان خونی جدوجہد کا سلسلہ ۱۹۹۰ء تک جاری رہا۔ ان فسادات میں تقریباً ایک ہزار لوگوں نے اپنی جان گنوائی، پچاس ہزار نقل مکانی کر گئے اور ساڑھے گیارہ ہزار گھروں کو نذر آتش کیا گیا۔

ممبئی فساد ۱۹۹۲ء: ایودھیا میں بابری مسجد شہید کیے جانے کے بعد ممبئی شہر میں فرقہ وارانہ فسادات بھڑک اٹھے۔ دسمبر ۱۹۹۲ء اور جنوری ۱۹۹۳ء کے درمیان اس میں ایک ہزار سے زائد لوگ مارے گئے اور کروڑوں کی جائداد کا نقصان ہوا۔

گجرات فساد ۲۰۰۲ء: گودھرا سانحہ کو بہانہ بنا کر منظم سازش کے تحت گجرات میں فرقہ وارانہ فساد بھڑکایا گیا، چین چین کر مسلمانوں کی جانوں اور املاک کو خاک و خون میں ڈبو دیا گیا۔

منظفر نگر فساد ۲۰۱۳ء: یوپی حکومت کی نااہلی اور مذہبی جنونیوں کی منظم کوشش سے ہونے والا یہ فساد قتل و غارت گری اور پچاس ہزار مسلمانوں کے بے گھر ہونے کا درد و غم سموئے ہوئے ہے۔

آزاد ہندوستان میں ہونے والے تاریخی فسادات کی درج بالا فہرست پر نگاہ ڈالنے اور غور و فکر کرنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ فسادات کیوں کر رونما ہوئے؟ اب تک ہمیں جو وجوہات سمجھ میں آئی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) اکثریتی طبقے کا اپنی بالادستی کا اعلان اور اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کی کھلی کوشش فساد کا محرک بن جاتی ہے۔ (۲) مختلف سیاسی جماعتوں کی آپسی رسہ کشی اور ووٹ بینکنگ بھی فساد کی ایک بڑی وجہ ہے۔ (۳) حکومتوں کی نا انصافیاں اور غیر شفاف معاملات فساد کا سبب بن جاتے ہیں۔ (۴) اپنے مذہبی قوانین و رسومات پر عمل درآمد کرنے میں کسی رکاوٹ کا فوری رد عمل بھی فساد کا موجب بن جاتا ہے۔ (۵) کچھ سیاسی اور کچھ نیم سیاسی مذہبی کٹر پنہنچ لیڈروں کی

یہاں یہی آمریت جمہوریت ہے اور اسی بنیاد پر نئے ہندوستان کی تعمیر ہونی ہے۔ اکثریتی فرقے کی یہی سوچ قانون ساز اسمبلی میں بھی کام دیتی ہے، یہ ہر اس قانون کی مخالفت کرتے ہیں جو اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کی تعلیمی، سماجی اور اقتصادی بہتری کی کوششوں پر مبنی ہوا کرتا ہے، اور جس میں ان کے تحفظات کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔

ہندوستانی جمہوریت کثرت میں وحدت، کشادہ ذہنی، اعتدال اور اتحاد و یگانگت سے عبارت ہے، کسی طرح کے آمرانہ رویے، امتیازی سلوک اور سماجی نابرابری سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے لیکن فسطائی ذہنیت کے حامل افراد نے جمہوریت کا ایک نیا مفہوم ڈھونڈ لیا ہے اور اس مفہوم کو سچ ثابت کرنے کے لیے وہ ہر طرح کا عملی اقدام کرنا اپنا ہندوستانی حق سمجھتے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ان افراد کو ہندوستان کے ایک بڑے طبقے کی پشت پناہی حاصل ہے اور انہیں کے اشارے پر انتظامیہ اور پولیس محکمہ سخت کاروائیاں نہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں بگڑی ہوئی فرقہ وارانہ ہم آہنگی اس وقت سب سے بڑا مسئلہ بن چکی ہے اور جمہوری قانون سسک سسک کر رونے پر مجبور ہوئے بس پاتا ہے۔ فرقہ پرستی کی جڑیں اتنی گہرائی تک سرایت کر چکی ہیں کہ محکمہ پولیس بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہا۔ اکثر فسادات میں پولیس کی ایک طرفہ کاروائیاں ہمارے اس دعوے کی بین دلیل ہیں جو تشدد کے مواقع پر اقلیتوں کے جان و مال کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام نظر آتا ہے اور فساد یوں کو کھلی چھوٹ دینے میں پوری طرح کامیاب اور بعد میں بے بنیاد گرفتاریاں ان سب پر مستزاد۔ حالاں کہ کسی بھی چنگاری کو پولیس اور انتظامیہ چاہے تو بہت کم وقت میں پیروں تلے دبا دے اور وہ کبھی بھی شعلہ نہ بن پائے لیکن وہ چنگاری شعلہ بھی بن جاتی ہے اور سیڑوں جانوں اور املاک کو تباہ و برباد کر جانے کے بعد انتظامیہ اپنی آنکھیں کھولتا ہے اور پولیس حرکت میں آتی ہے اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ کسی خاص طاقت

وقت کے لحاظ سے انہیں اپنا سیاسی چولا بدلنا پڑتا ہے اور مناسب اقدام ان کی مجبوری بن جاتا ہے، یہی وجہ ہے وہ چاہتے ہوئے بھی قانون کا ہتھیار استعمال نہیں کر پاتیں ورنہ ہندوستان کے جمہوری قانون میں اب بھی اتنی طاقت ہے کہ وہ بڑے سے بڑے سازشی اور فساد کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لے اور وہ دوبارہ فساد کے قریب جانے کی ہمت نہ جٹا سکے۔

مسلمان اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت شمار ہوتے ہیں اس لیے کوئی بھی سیاسی جماعت ان ووٹوں سے بے اعتنائی نہیں برت سکتی، کوئی پارٹی کبھی بھی یہ اعلان نہیں کر سکتی کہ ”اسے مسلمانوں کے ووٹ کی قطعی ضرورت نہیں“ اس لیے مسلمانوں کے ووٹ بینک سے ہر جماعت اپنا چیک بھنانے کی کوشش کرتی ہے، مسلمانوں کو رجھانے کے لیے وہ اپنے انتخابی منشور میں بسا اوقات تبدیلیاں کر لیتی ہیں اور پھر بعد میں ان کا ناپاک چہرہ پوری دہشت و خوف کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ آزادی کے بعد سے لے کر آج تک ہونے والے انتخابات میں یہی صورت حال ہمارے روبرو نظر آتی ہے۔ البتہ ہندوستان کی دوسری بڑی سیاسی جماعت بی جے پی کا زعفرانی رنگ انتخابات میں بھی مزید گہرا ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس کا انتخابی منشور ہی جمہوریت مخالف ایشوز سے بھرا ہوا ہے، اس پارٹی کے بڑے لیڈران اپنے بیانات میں مسلمانوں کے خلاف جارحانہ کاروائیوں کی دھمکی تک دے ڈالتے ہیں، اپنی زہریلی تقریروں کے ذریعے فرقہ پرستوں کی ذہن سازی کرتے ہیں۔ زعفرانی پارٹی کے ایک بدنام زمانہ لیڈر سبرامنیم سوامی نے ایک پینل ڈسکشن میں یہاں تک کہہ دیا ”اگر مسلمانوں کا رویہ اسی انداز کا رہا تو ۸۰ فی صد ہندوؤں کو جارحیت سے کوئی نہیں روک سکتا“۔ اس سے قبل پروین تو گڑیا جیسے زہریلے مقرر پر تاب گڑھ کو دوسرا گجرات بنانے کی دھمکی دے چکے ہیں۔ یہ سارے بیانات اکثریتی طبقے کو خوش کرنے اور اقلیتوں پر ان کی بالادستی ثابت کرنے کی جدوجہد ثابت ہوتے ہیں، ان کے نزدیک قومی سلامتی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، ان کے

قانون بن سکتا ہے، قومی یک جہتی کا اجلاس منعقد ہو یا نہ ہو ہماری سوچ ملک کی سلیمیت کے حق میں ہونی چاہیے، اشتعال انگیزی اور شر پسندی کے ہر جرثومے سے ہمارا ذہن محفوظ رہے کیوں کہ اب بھی ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا میں ایسا انصاف پسند طبقہ موجود ہے جس کی معاونت ورہ نمائی سے ہم ہندوستانی جمہوریت کو مذہبی جنونیوں کے قبضے سے بازیافت کرا سکتے ہیں۔

درشان شہنشاہ سنیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

از: مولانا اختر رضا قادری بیہڑی بریلی شریف

کس قدر ہے لطف مجھ پر آپ کا احمد رضا
فیض ہے جو میرے گھر پر آپ کا احمد رضا
گنبد احمد رضا ہے سنیت کا اک نشان
نقش ہے یہ آج گھر گھر آپ کا احمد رضا
لامحالہ دیکھئے وہ سنیت پر گامزن
پکڑا دامن جس نے کس کر آپ کا احمد رضا
نجدیوں کو خوب للکارا قلم کی نوک سے
تھا قلم اک مثلِ خنجر آپ کا احمد رضا
اہلسنت کا یقیناً مرکز علم و ادب
ہے بریلی شہر انور آپ کا احمد رضا
کچھ پتہ ہم کو نہیں لگ پارہا تھا کون ہے
نجدی بھاگانام سن کر آپ کا احمد رضا
کچھ یقین جس کو نہ آئے آپ کی عظمت ہے کیا
دیکھ لے روضہ وہ جا کر آپ کا احمد رضا
ہے تمنائے دلی اختر رضا کی خواب میں
دیکھ لے روئے منور آپ کا احمد رضا
اس کے صحن دل میں خوشیوں کے مہکتے ہیں گلاب
ہو گیا ہے جب سے اختر آپ کا احمد رضا

کے اشارہ ابرو پر کام کرتے ہیں یا خود انہیں میں سے ایسے افراد موجود ہیں جو جان بوجھ کر فوری کارروائی سے خود کو بچاتے ہیں۔ ان تمام حقائق کے باوجود اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ ”مسلمانوں کو ان درد انگیز حالات میں کیا کرنا چاہیے؟“۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ چند ضمیر فروش مسلمان چند سکوں کے عوض اپنا ایمان اور ضمیر بیچ کر دشمن کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور فرقہ پرست سیاسی جماعتوں کے سیاسی توڑے پر اپنی روٹیاں سینک رہے ہیں، انہیں نہ قوم مسلم کی تباہی سے کوئی سروکار ہے اور نہ معصوم بچوں اور بیواؤں کی آہیں اور سسکیاں انہیں گریبان میں جھانکنے کا وقت دیتی ہیں، ان کی نگاہ پارٹی کی قیادت کی رضا پر ہوتی ہے اور ان کی ترجیح سیاسی مفادات کا حصول ہوا کرتا ہے۔ ایسے سخت ترین اور الم ناک حالات میں یہ حیثیت مسلمان (عام و خاص) ہماری ذمے داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں اپنے ملک کی جمہوری قدروں کو فروغ دینے کی کوشش کرنی ہے، کسی طرح کے ملک دشمن عناصر سے خود کو پاک و صاف رکھنا ہے، مذہبی منافرت کو رواج دینے اور فرقہ وارانہ تشدد بھڑکانے میں ماہر سیاسی جماعتوں کی کسی طرح کی سیاسی امداد سے پرہیز کرنا ہے۔ ۲۰۱۲ء کے پارلیمانی الیکشن میں بھی ہمارا ووٹ انتہائی قیمتی ہوگا اور سیاسی جماعتیں سیکولرازم کے نام پر ہمارے حقوق کے تحفظ کی باتیں کریں گی اس لیے یہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے امتحان کی گھڑی ہے۔ ہمارے خواص پر بطور خاص یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے وہ ملک کی فرقہ وارانہ صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے نئی نسل میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی، سیکولر اقدار اور ایک دوسرے کے مذاہب کے احترام کا جذبہ پیدا کرنے کی جنگی پیمانے پر کوشش کریں، انہیں فرقہ پرستوں اور مذہبی جنونیوں کے فاسد و باطل خیالات سے آگاہ کر کے اس کے زہریلی اثرات سے بچانے کی ہر ممکن جدوجہد اپنے مزاج کا حصہ بنالیں، قومی یک جہتی کو رواج دیں، فساد مخالف ذہنیت کو عام کریں، انسداد فرقہ وارانہ فساد قانون بنے یا نہ بنے ہمارا عمل خود ایک

تجلیاتِ نعت

از: محمد سلمان رضا فریدی، رسول پور، بارہ بنکی۔ یوپی

فیضانِ عقیدت

منقبت شریف

اولیاء اللہ سے برگشتگی اچھی نہیں
مصطفیٰ کے دوستوں سے دشمنی اچھی نہیں
جانتے ہو خوب تم کیا ہے صحیح۔ کیا ہے غلط
حاسدو دیکھو یہ فتنہ پروری اچھی نہیں
حقیقت میں رضویت ہے رضویت میں حقیقت
چشم پوشی اس حقیقت سے کبھی اچھی نہیں
راہِ حق اس دور میں بس ڈھونڈتے رہ جاؤ گے
مسلم احمد رضا سے بے رخی اچھی نہیں
مسلم احمد رضا سے منہ بگڑ جاتا ہے کیوں
کیا بتاؤ لذتِ عشقِ نبی اچھی نہیں
سنیت کو جس نے بخشی ہے جلا اس دور میں
ایسے محسن سے تو شورِ یدہ سری اچھی نہیں
جس سے ایمان و عقیدے میں خلل آنے لگے
وہ خیال و فکر وہ دانشوری اچھی نہیں
حرف آئے جس سے عزت پر بزرگوں کی اگر
وہ بیاں اچھا نہیں، تحریر بھی اچھی نہیں
اہلسنت کا نہ شیرازہ بکھر جائے کہیں
ایسی روشِ اختلاف باہمی اچھی نہیں
صاحبوں! اصلاحِ ملت کی ضروری ہے مگر
عظمتِ اسلاف پر تیشہ گری اچھی نہیں
حق و باطل کی تمیز آئے نہ جس سے اے شکیل
علم وہ اچھا نہیں وہ آگہی اچھی نہیں
شکیل اثر نورانی

آؤ تمہیں بتائیں فضیلتِ رسول کی
نبیوں میں سب سے بڑھ کے ہے عظمتِ رسول کی
سمکہ انہیں کا چلتا ہے کل کائنات میں
ہر چیز کر رہی ہے اطاعتِ رسول کی
قدرت ہزار بار کرے گی اسے ذلیل
کوئی کرے گا جب بھی اہانتِ رسول کی
جس وقت دیں گے حشر میں سارے نبی جواب
ایسے میں کام دے گی شفاعتِ رسول کی
عالم کا رنگ بدلے گا عشقِ رسول سے
چھائے گی دو جہان میں رنگتِ رسول کی
ہر دور میں رہیں گے غلامانِ مصطفیٰ
ہر دور میں چلے گی حکومتِ رسول کی
جب بھی چلیں گی ظلم و تشدد کی آندھیاں
برسے گی کائنات پہ رحمتِ رسول کی
الزام جو لگاتے ہیں آقا پہ ظلم کا
وہ جانتے نہیں ہیں شرافتِ رسول کی
سایہ بھی جب خدا کو گوارہ نہیں ہوا
کاغذ پہ کیسے آئے گی صورتِ رسول کی
شیخِ ردولوی کے مقدس دیار میں
نجدی پہ چھائی رہتی ہے ہیبتِ رسول کی
چلتا رہے گا یونہی فریدی مرا قلم
لکھتا رہوں گا مر کے بھی سیرتِ رسول کی
جب تک زباں رہے گی پکاروں گا یا رسول
ہوگی ہر ایک سانس میں مدحتِ رسول کی

مراسلات ادارہ

شہر نیچ میں حضرت احسن میاں کا تاریخی استقبال

مؤرخہ ۲۹ ستمبر بروز منگل شہر نیچ ایم پی سے متصل مناسا میں دارالعلوم امام احمد رضا کے سنگ بنیاد کے موقع پر ایک تاریخ ساز کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس کی سرپرستی کیلئے مرکز اہل سنت بریلی شریف سے شہزادہ حضور صاحب سجادہ حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری نائب سجادہ درگاہ اعلیٰ حضرت وکل ہند صدر تحریک تحفظ سنیت کو مدعو کیا گیا۔ حضرت احسن میاں صاحب قبلہ جب مولانا رضوان نوری صاحب کے ساتھ نیچ جنگشن پراترے تو وہاں ایم پی وگجرات کے محبین مسلک اعلیٰ حضرت کا ایک جم غفیر تھا جن کی تعداد تقریباً ۱۸-۲۰ ہزار پر مشتمل تھی۔ پوری فضائوں سے گونج رہی تھی، ہر ایک کی زبان پر شہزادہ اعلیٰ حضرت زندہ باد کا نعرہ جاری تھا۔ تقریباً تیس کلو میٹر تک یہ پورا جم غفیر شہزادہ اعلیٰ حضرت کو اپنے نعروں کی گونج میں لیکر چلتا رہا، شاہدین کا بیان ہے کہ یہاں اطراف میں آج تک کسی شیخ طریقت کا ایسا استقبال نہ ہوا۔ بعد نماز عشاء مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت اور تحریک تحفظ سنیت کے اہم رکن حضرت مولانا قاری سخاوت حسین صاحب اور تحریک تحفظ سنیت کے رکن حضرت مولانا رضوان نوری صاحب و دیگر حضرات کی تقریریں ہوئیں، بے شمار لوگ مرید ہوئے۔ تحریک تحفظ سنیت کی شاخ کا قیام بھی عمل میں آیا اور اس کے ضلع صدر کے عہدہ پر بانی دارالعلوم امام احمد رضا جناب قاری معین رضا صاحب کو فائز کیا گیا۔ کانفرنس سے پہلے بعد نماز عصر دارالعلوم کا سنگ بنیاد حضرت کے ہاتھوں رکھا گیا۔ اس موقع پر حضرت سید تاج محمد قادری صاحب داہود گجرات کی معیت میں علماء اور عوام کا ایک وفد بھی حضرت سے آکر ملا۔ حضرت کی دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: قاری معین رضا بانی دارالعلوم امام احمد رضا مناسا ضلع نیچ ایم پی

عرس فقیہ اعظم و جشن دستار فضیلت

زیر سرپرستی: پیر طریقت محدث کبیر حضور سلطان الاساتذہ علامہ الحاج مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ امجدیہ، گھوسی، مؤ

فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ (مصنف بہار شریعت) سرہ العزیز کا سر سٹھواں (۶۷) ”عرس مقدس“ مؤرخہ یکم و ۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۸/۹ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار و پیر درج ذیل نظام الاوقات کے تحت منعقد ہو رہا ہے۔ نیز اس موقع پر حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی تعلیمی خدمات کے اعتراف میں ”یوم اساتذہ“ یعنی ٹیچرس ڈے کا پروگرام بھی منعقد ہوگا۔ جس میں علماء کرام کی گل پوشی ہوتی ہے اور تلامذہ اپنے اساتذہ کی دعائیں حاصل کرتے ہیں۔

برادران اسلام سے جملہ تقریبات میں شرکت کی استدعا ہے۔

پروگرام: ۸ ستمبر بروز اتوار بعد نماز عشاء تقاریر علماء کرام

۹ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز پیر بعد نماز فجر قرآن خوانی

۹ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز پیر ۳ بجے دن جلوس چادر

۹ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز پیر بعد نماز عشاء جلسہ و رسم دستار فضیلت و حفظ و قرأت

شب میں ۱۲ بجکر ۲۷ منٹ پر قل شریف

رپورٹ: اراکین عرس کمیٹی حضور صدر الشریعہ (علیہ الرحمہ) گھوسی، ضلع مؤ (یوپی)

جشن ولادت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰ اشوال المکرم ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸ اگست ۲۰۱۳ء بروز پیر کو بعد نماز عشاء بمقام اسلام پورہ سنور ضلع کھرگون ایم۔ پی میں ایک روزہ عظیم الشان جشن ولادت اعلیٰ حضرت منایا گیا۔ جس میں مقامی علمائے کرام کے علاوہ حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی انوار احمد قادری صاحب اندور ایم۔ پی و خطیب ذیشان حضرت مولانا محمد عارف برکاتی اندور کے خطابات ہوئے۔ راقم الحروف (مولانا ابرار احمد قادری رضوی سبحانی کھنڈوہ ایم۔ پی) نے بھی تقریر کی۔ جلسے میں حافظ عبدالرؤف صاحب مولانا عمر صاحب مولانا محمد حسین مصباحی مولانا غلام نبی حافظ ایوب صاحب قادری حافظ بشیر الدین رضوی حافظ اقبال قادری وغیرہم نے شرکت فرمائی۔ سلام و دعا پر یہ جشن اختتام پذیر ہوا۔ کافی لوگ داخلہ سلسلہ بھی ہوئے۔

رپورٹ: مولانا ابرار احمد قادری رضوی کھنڈوہ۔ ایم۔ پی

وصولی چندہ رینوکوٹ ضلع سون بھدریو۔ پی جناب حاجی حسن رضا صاحب قادری گوندوی

- جناب سراج احمد صاحب سبزی منڈی مین روڈ۔ ۱۵۰۰ (روپے)
 جناب حاجی فقیر علی صاحب منصوری ایجنسی۔ ۸۷۶ (روپے)
 جناب پیر محمد صاحب منصوری ایجنسی۔ ۵۰۰ (روپے)
 جناب امت رسول کوٹ نمبر راجیج 1094۔ ۱۵۱ (روپے)
 جناب مختار احمد صاحب کوٹ نمبر ایل 1136۔ ۳۰۰ (روپے)
 جناب عرفان علی صاحب کوٹ نمبر جی۔ کے 53۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد سلیم نٹراج ٹیلرس۔ ۱۱۰۰ (روپے)
 جناب شیر محمد صاحب دوکان نمبر بی 26۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد حسن الدین رینٹ ٹیلرس۔ ۲۰۰ (روپے)
 جناب محمد سلیم مستری میور پور۔ ۱۰۰۰ (روپے)
 جناب محمد سفر الدین صاحب۔ ۲۰۰ (روپے)
 جناب محمد اسماعیل آشرم موڑ۔ ۱۰۱ (روپے)
 جناب حاجی امام بخش صاحب۔ ۱۰۱ (روپے)
 جناب اسلام خان کوٹ نمبر 347۔ ۵۵۱ (روپے)
 جناب بی۔ زیڈ انصاری مدرسہ اسلامیہ کے پاس وارڈ نمبر 6۔ ۳۰۰ (روپے)
 جناب ذیشان الحق صاحب۔ ۱۰۱ (روپے)
 جناب سید صغیر احمد صاحب۔ ۵۰ (روپے)
 جناب نظری احمد آزاد ٹیلرس۔ ۱۰۱ (روپے)
 جناب ایک بندہ خدا۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد احمد خاں صاحب کوٹ نمبر ایل 443۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب اسلام الدین بشنپورہ والے پلاموں۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب برکت علی مرحوم شہزاد کلاتھ اسٹور۔ ۵۰۰ (روپے)
 جناب منور علی صاحب۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد پرویز۔ ۵۰۰ (روپے)
 جناب محمد اصغر محمد ہاشم صاحبان۔ ۴۰ (روپے)
 جناب رفیق صاحب تراوالے۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب علی حسن خاں صاحب۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب چشمہ گھر۔ ۴۰۰ (روپے)
 جناب رستم علی مرزا پوروالے۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد سلیم صاحب قریشی۔ ۳۰۱ (روپے)
 جناب ابوالحسن صاحب۔ ۵۰ (روپے)
 جناب بادشاہ بھائی۔ ۵۰ (روپے)
 جناب حسین صاحب شوز مرچنٹ منی روڈ ۷۵۔ ۷۵ (روپے)

- جناب یسین کلاتھ اسٹورس۔ ۵۰ (روپے)
 جناب نظام الدین انصاری۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد عالم صاحب روٹیل ہیئر کٹنگ۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب بیرن بھائی پھل فروٹ والے۔ ۷۵ (روپے)
 جناب محمد جے۔ اے۔ انصاری ایم 2۔ 7۔ ۲۵۰۰،
 ۳۲۲۳۹، ۲۲۰۰۱، ۳۳۲۷۲، ۳۳۰۰ (روپے)
 جناب عابد حسین۔ ۲۰۰ (روپے)
 جناب صلاح الدین صاحب تراوالے۔ ۵۰ (روپے)
 جناب ظفیل انصاری صاحب۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد اعجاز صاحب۔ ۵۰ (روپے)
 مون بردرس۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد سراج بھائی مین روڈ ۳۰۰ (روپے)
 محمد فیضان انصاری الیکٹرنک درزی امارکیٹ۔ ۵۰۰ (روپے)
 محمد مختار صاحب نیوسدا بہار۔ ۲۰۱ (روپے)
 جناب محمد شکیل خاں میور پوروالے۔ ۵۰ (روپے)
 جناب محمد یعقوب۔ ۶۰ (روپے)
 جناب تاج محمد صاحب رینوکوٹ۔ ۱۰۱ (روپے)
 جناب عبدالستار صاحب تتر بازار۔ ۵۰ (روپے)
 جناب نجم النساء صاحبہ۔ ۵۰۰ (روپے)
 جناب توحید عالم صاحب۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب عبدالحکیم انصاری۔ ۳۵ (روپے)
 جناب عشرت علی خاں۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب نابہ حسین۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب عبدالرزاق عرف بگڑ۔ ۳۰۰ (روپے)
 جناب حاجی فیاض خاں صاحب۔ ۲۰۰۰ (روپے)
 جناب علی اللہ صاحب۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب علی اللہ صاحب۔ ۲۱۰ (روپے)
 جناب محمد معین ٹھیکدار۔ ۳۰۰ (روپے)
 جناب محمد سنبل جہاں صاحب۔ ۲۵۱ (روپے)
 جناب عالم علی صاحب۔ ۲۰۰ (روپے)
 جناب ابرار انصاری۔ ۵۰ (روپے)
 جناب یسین عرف بابو قریشی۔ ۱۰۰۰ (روپے)
 حدیثہ خاتون ترا مسجد۔ ۲۵۱ (روپے)
 جناب محمد اکرم عرف مناعلی۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد عین اللہ انصاری۔ ۱۰۰ (روپے)
 جناب محمد لیاقت راعین سبزی منڈی۔ ۱۰۰ (روپے)

ہماری ڈاک

ادارہ

تشکر و امتنان

بخدمت شہزادہ ریحان ملت حضور سبجانی میاں صاحب قبلہ مدظلہ النورانی (سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف) و حضرت علامہ قاری عبدالرحمن خاں صاحب قادری (مدیر) بعد سلام مسنون!

یادِ رگِ امام اہلسنت، فکرِ مفسرِ اعظم، بوئے ریحان ملت ”ماہنامہ اعلیٰ حضرت“ کا تازہ رمضانِ تحفہ ”شربت روح افزا“ کا چھلکتا جام“ لے کر ماہ اگست ۲۰۱۳ء بے صبرے طالبانِ جام ”اعلیٰ حضرت“ کی تشنگی بھگانے کیلئے اپنی روایتی شان و شوکت کے ساتھ حاضر ہو گیا ہے۔ جس میں میرے خوابوں کی شرمندہ تعبیر ”کرامت حضور مفتی اعظم ہند کی منہ بولتی تصویر“ کے رنگ میں ہم آہنگ قلمی کشید کو دیکھ کر بہت سارے باذوق قارئین کے منہ میں پانی بھر آیا۔ جبکہ اس سے پہلے بھی آپ کرم فرما حضرات کی ذرہ نوازیوں کے طفیل گاہے گاہے ”دبستانِ اعلیٰ حضرت“ کے گوشہ پر بہار میں میرے رشحاتِ قلم کو پناہ ملتی رہی ہے۔ مگر رابطہ نمبر درج نہ ہونے کی وجہ سے دانشوروں سے سلام و کلام کا لنک ہی نہیں جڑ پار ہا تھا۔ حسن اتفاق ابھی اگست ۲۰۱۳ء کے شمارہ میں اسی طرح جس طرح حالاتِ حاضرہ کی روشنی کے مطابق کہ کثرت سے قلم کار و مضمون نگار کا رابطہ نمبر جلی عددوں میں میگزین و اخبارات کی زینت بننے لگا ہے۔ تاکہ مزید معلومات و تعارفی ذہن سازی کیلئے قاری و قلم کار کے بیچ فوٹک رابطہ بن سکے اور مضامین و خیالات کی خوبی و خامی پر تبادلہ خیال ممکن ہو سکے۔ جو اچھی علامات ہے! شاید یہی وجہ ہے کہ رمضان شمارہ میں میرا موبائل نمبر درج ہوا جو آج کے تناظر میں ضروری بھی ہے۔ نتیجتاً دور دور سے دیدہ و نادیدہ، اجنبی و آشنا محبین و مخلصین کے حوصلہ افزا فون آنے لگے۔ جس کے پس منظر میں ”ایک پتھ دو کاج“ کے تحت شدت سے خیال آنے لگا کہ کیوں نہیں سالار و کاروان ”اعلیٰ حضرت“ کے ساتھ ساتھ یاد

فرمانے والے باذوق قارئین کا کسی قریبی شمارہ میں تحریری شکریہ ادا کر لوں مزید یہ بھی یاد لا دوں کہ ایک اہم مقالہ بعنوان ”نس بندی اور اسقاطِ حمل کے بھیا نک نتائج“ کو بذریعہ رجسٹری روانہ کر چکا ہوں۔ یقیناً مل گیا ہوگا۔ کسی قریبی شمارہ میں شامل کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ بزرگوں کی صحت و سلامتی کے ساتھ میرے بے وقار قلم کی نوکِ پلک سے سے صفحہ قرطاس پر قوس و قزح کا رنگ جمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

ادارتی نوٹ: آپ نے اپنے جس مضمون کی کسی قریبی شمارہ میں اشاعت کا تقاضہ کیا ہے وہ ماہ ستمبر ۲۰۱۳ء میں شائع کیا جا چکا ہے۔ (محمد سلیم بریلوی)

(مفتی) عبدالغفار ثاقب، قاضی ادارہ شرعیہ، در بھنگہ کمشنری محسن قوم و ملت مدیر اعلیٰ ماہنامہ اعلیٰ حضرت، حضرت سبجانی میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

سلام مسنون!

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا جدید شمارہ بابت ماہ اکتوبر جملہ معنوی و صوری خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہو کر مطالعہ کی میز آیا۔ ماشاء اللہ مضامین کے حسن انتخاب میں تنوع دکھائی دیا۔ یقیناً آج کے اس خلفشار بھرے دور میں ایک مرکز پر متحد ہونا اہل سنت کیلئے بہت ضروری ہے۔ مسئلہ اذانِ ثانی میں بلاشبہ حق قبول کرنے والے حضرات نے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے موقف کی ہی تائید کی ہے مگر کچھ دنوں سے چند افراد یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ اہل بدایوں مظلوم جس کی حقیقت کو حضرت سید شاہ اسماعیل حسن علیہ الرحمہ کے خط نے بخوبی واضح کر دیا ہے۔ معاون مدیر اور مدیر اعزازی کے حالاتِ حاضرہ اور ملک کے سلگتے ہوئے حساس مسائل پر لکھے گئے مضامین بے حد پسند آئے۔ ساتھ ہی مدیر اعزازی کے مضامین کے شروع میں لگائے جانے والے ادارتی نوٹ انتہائی جامع، معنی خیز اور انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں یہ سلسلہ یونہی اگر برابر چلتا رہے تو بہت بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ”ماہنامہ اعلیٰ حضرت“ کو روز افزون ترقی عطا فرمائے اور آپ کو عمرِ خضر عنایت کرے۔ آمین

فقط

قاری احترام عالم خان عزیز خطیب و امام گلینہ مسجد آمیر جے پور

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے ممبران سے

ایک ضروری اپیل

اسلامی افکار و نظریات کی ترسیل و تبلیغ، عقائد اہلسنت کی ترویج و اشاعت، مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے عروج و ارتقا کے لئے نبیرہ اعلیٰ حضرت، حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ۱۹۶۰ء میں ”ماہنامہ اعلیٰ حضرت“ کو جاری فرمایا جو کاغذ کی آسمان چھوٹی قیمتوں اور گراں قدر طباعتی اخراجات کے باوجود بفضلہ تعالیٰ حضور صاحب سجادہ مدظلہ کی کامیاب ادارت میں پوری پابندی کے ساتھ مسلسل قوم و ملت اور عاشقان اعلیٰ حضرت کے ذوق مطالعہ کو سامان تسکین فراہم کر رہا ہے۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت نے اپنے باون سالہ اس ”طویل صحافتی سفر“ میں قوم و ملت کے سامنے آٹھ سے زائد ضخیم نمبر بھی پیش فرمائے مگر قارئین کی بے حسی کی وجہ سے اس طویل صحافتی سفر میں کتنی مرتبہ ایسے پرپچ موڑ بھی آئے کہ جہاں اس کے بلند ہمت مدیروں کی کمر ہمت جواب دے گئی، قریب تھا کہ جماعت اہلسنت کے دوسرے رسائل کی طرح یہ بھی افق صحافت کا ایک گم شدہ ستارہ بن جاتا مگر قبہ رضویہ میں آرام فرما مشائخ کرام کے روحانی تصرفات نے اس کو سہارا دیا اور اس طرح یہ ماہنامہ آج بھی افق صحافت پر پوری آب و تاب کے ساتھ درخشاں نظر آ رہا ہے۔

لیکن آپ حضرات کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی طباعت پر آنے والے اخراجات کا 50% پچاس فیصد حصہ حضور صاحب سجادہ کو برداشت کرنا پڑتا ہے کیونکہ ماہنامہ کے 40% چالیس فیصد ممبران وہ ہیں کہ جنہوں نے کئی مہینوں بلکہ کچھ تو وہ ہیں جنہوں نے کئی سالوں سے اپنی ممبری فیس اور اپنا زرتعاون جمع نہیں فرمایا لیکن اس کے باوجود ان حضرات کو پوری پابندی کے ساتھ رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے ادارہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کو زبردست خسارہ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس لئے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے قارئین سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ پہلی فرصت میں اپنا زرتعاون مندرجہ ذیل اکاؤنٹس میں جمع کرا کر یا مندرجہ ذیل نام سے چیک یا ڈرافٹ بنا کر نیچے دئے گئے موبائل نمبرز پر مطلع فرمائیں تاکہ ان کی ممبری کی تجدید ہو سکے۔ (ادارہ)

چیک یا ڈرافٹ بنام

Mohammad Subhan Raza Khan

ICICI Bank 116 Civil lines Bareilly (U,P)

A/c.No:019201501797

Madarsa Manzar-e-Islam

(A/c.No:0043000100238962 Punjab National Bank,Bareilly)

رابطہ نمبرز: 9259528588-9235703585-9837977169

اغراض و مقاصد تحریک تحفظ سنیت

تحریک تحفظ سنیت ٹی۔ ٹی۔ ایس مرکز اہلسنت بریلی شریف سے اٹھنے والی وہ عظیم تحریک ہے جو حضور صاحب سجادہ حضرت مولانا الحاج محمد سبحان رضا صاحب قبلہ سبحانی میاں مدظلہ العالی کی سرپرستی اور ان کے ولی عہد حضرت مولانا محمد احسن رضا قادری نائب سجادہ خانقاہ رضویہ کی صدارت میں آج سے تقریباً ۱۳ سال قبل مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد کے تحت قائم ہوئی اور جو روز بروز انتہائی کامیابی و کامرانی کے ساتھ اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ وفاداران مسلک اعلیٰ حضرت اس تحریک سے وابستہ ہو کر اپنی اور اپنے مرکز کی آواز کو تقویت پہنچائیں۔ کیوں کہ حتی المقدور حتی الوسع عقائد اہلسنت، معمولات اہلسنت اور شعائر و علامات اہلسنت کے تحفظ کی مخلصانہ سعی و کوشش کرنا اس تحریک کا بنیادی مقصد اور اہم نصب العین ہے جس کے ذیلی اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) تحفظ سنیت کے لئے ہر سطح پر عملی اقدام کرنا۔
- (۲) تحریر و تقریر، وعظ و نصائح اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سنیت کے فروغ اور اہلسنت و جماعت کو بد مذہبوں کے دجل و فریب اور ان کی چیرہ دستیوں سے بچانے کی مخلصانہ کوشش کرنا۔
- (۳) اہلسنت و جماعت پر اسلام مخالف، اہلسنت مخالف اور مسلک مخالف تحریکوں، تنظیموں اور اداروں کی طرف سے ہونے والے حملوں کا تحریراً، تقریراً، قولاً، فعلاً یا جس طرح ممکن ہو ان حملوں کا دفاع کرنا اور ان مخالفین اہلسنت کا رد و طرد کرنا۔
- (۴) سنیوں کے حقوق کے لئے صوبائی یا مرکزی حکومت کے سامنے تحریک کے پلیٹ فارم سے مضبوط و مستحکم آواز بلند کرنا۔
- (۵) مدارس اہلسنت، مساجد اہلسنت، مقابر اہلسنت اور دیگر اوقاف اہلسنت کی مسلم مخالف اور اہلسنت مخالف لوگوں سے حفاظت کرنا اور ان کے قبضوں میں جا چکے اوقاف کو آزاد کرانا۔
- (۶) سنیوں پر ہونے والے ظلم و ستم کے تذکرے کی کوشش کرنا اور اس سلسلہ میں حکومتی کورٹ، کچہری، تھانے، کوتوالی، ضلع انتظامیہ اور سطح پر مضبوط و مستحکم قانونی چارہ جوئی کرنا۔
- (۷) مفاد اہلسنت سے متعلق مطالبات کو تسلیم کرانے کے لئے ذمہ داران حکومت سے وفود کی شکل میں ملاقات کرنا اور ان کے سامنے مضبوط اجتماعی آواز بلند کرنا۔
- (۸) مسلم مخالف فسادات کو روکنے اور ملک میں مسلمانوں کے تئیں خوش گوار، سازگار اور پر امن ماحول بنانے کے لئے ہر سطح پر کوشش کرنا۔
- (۹) صحافتی ذرائع سے سنیوں کے حقوق کے لئے جدوجہد کرنا۔
- (۱۰) علمی، عملی، روحانی اور فکری سطح پر اہلسنت و جماعت کی موثر اصلاح کرنا۔
- (۱۱) ملک کے اندر فسادات کو روکنے اور فساد کرنے والے شریک عناصر کے منصوبوں کو ناکام بنانے کیلئے مؤثر اقدام کرنا۔
- (۱۲) زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کے عروج و ترقی کیلئے اجتماعی کوششیں کرنا۔
- (۱۳) ہر سطح کی مفید و مؤثر تعلیم سے نونہالان امت مسلمہ کو آراستہ کرنے کیلئے سنی مسلمانوں کو راغب کرنا۔
- (۱۴) اہلسنت کے فروغ کے لئے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ ذیل دس نکاتی پروگرام کو عملی طور پر نافذ کرنے کی حتی الوسع کوشش کرنا۔

اعلیٰ حضرت کے ۱۰ نکاتی پروگرام

- (۱) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔
 - (۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔
 - (۳) مدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔
 - (۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔
 - (۵) ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً، تقریراً، وعظاً، مناظرۃ اشاعت دین و مذہب کریں۔
 - (۶) حمایت مذہب و رد بد مذہبوں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دیکر تصنیف کرائے جائیں۔
 - (۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کرائے جائیں۔
 - (۸) شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی کے لئے اپنی فوجیں میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔
 - (۹) جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
 - (۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کی حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔
- (ترتیب و پیش کش: محمد سلیم بریلوی، قومی جنرل سکرٹری تحریک تحفظ سنیت)

جامعہ رضویہ منظر اسلام

یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام کا تعلیمی معیار صرف قابل ستائش ہی نہیں بلکہ مدارس دینیہ کے لیے قابل اتباع بھی ہے۔ تعلیمی ماحول، نظم و نسق، نظام تدریس، خورد و نوش کا اعلیٰ اہتمام، طلبہ کی تعلیم و تربیتی روداد ترقی کا انٹرنیٹ پر انتظام اور جامعہ کا تربیتی نظام ہر آنے والے مہمان، مدرس اور اہل علم و فن کو تعریف و ستائش کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہ سب میرے والد گرامی حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی مساعی جمیلہ اور توجہ خصوصی کا نتیجہ ہے۔ اب تک جو علماء زیارت کے لیے آئے یا جنہوں نے انٹرنیٹ پر جامعہ کی تعلیمی سرگرمیاں ملاحظہ فرمائیں ان تمام حضرات نے والد محترم کی خدمات جلیلہ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اور اس جدید تعلیمی نظم و نسق پر خوشیوں کا اظہار بھی کیا۔ منظر اسلام نے ہر دور میں اپنا فیضان عام و تام رکھا ہے۔ آج بھی نہایت عمدگی کے ساتھ اعلیٰ پیمانے پر تشنگان علوم و فنون کو جامعہ علم و عرفان سے سرشار کر رہا ہے۔ اہل عقیدت سے گزارش ہے کہ بڑھتے ہوئے اخراجات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر امدادی موقع پر دست تعاون بڑھائیں اور جامعہ کی تعلیم و ترقی اور اس کی بقا میں حضور صاحب سجادہ کا ساتھ دیں۔

(فقیر قادری محمد احسن رضا، نائب سجادہ درگاہ اعلیٰ حضرت وکل ہند صدر تحریک تحفظ سنیت)